

11891

11891

انتخاب

دیوان جاوید

مولوی بندہ کاظم جاوید لکھنوی

— — — — —

دیوان کا انتخاب اور ان کے حالات

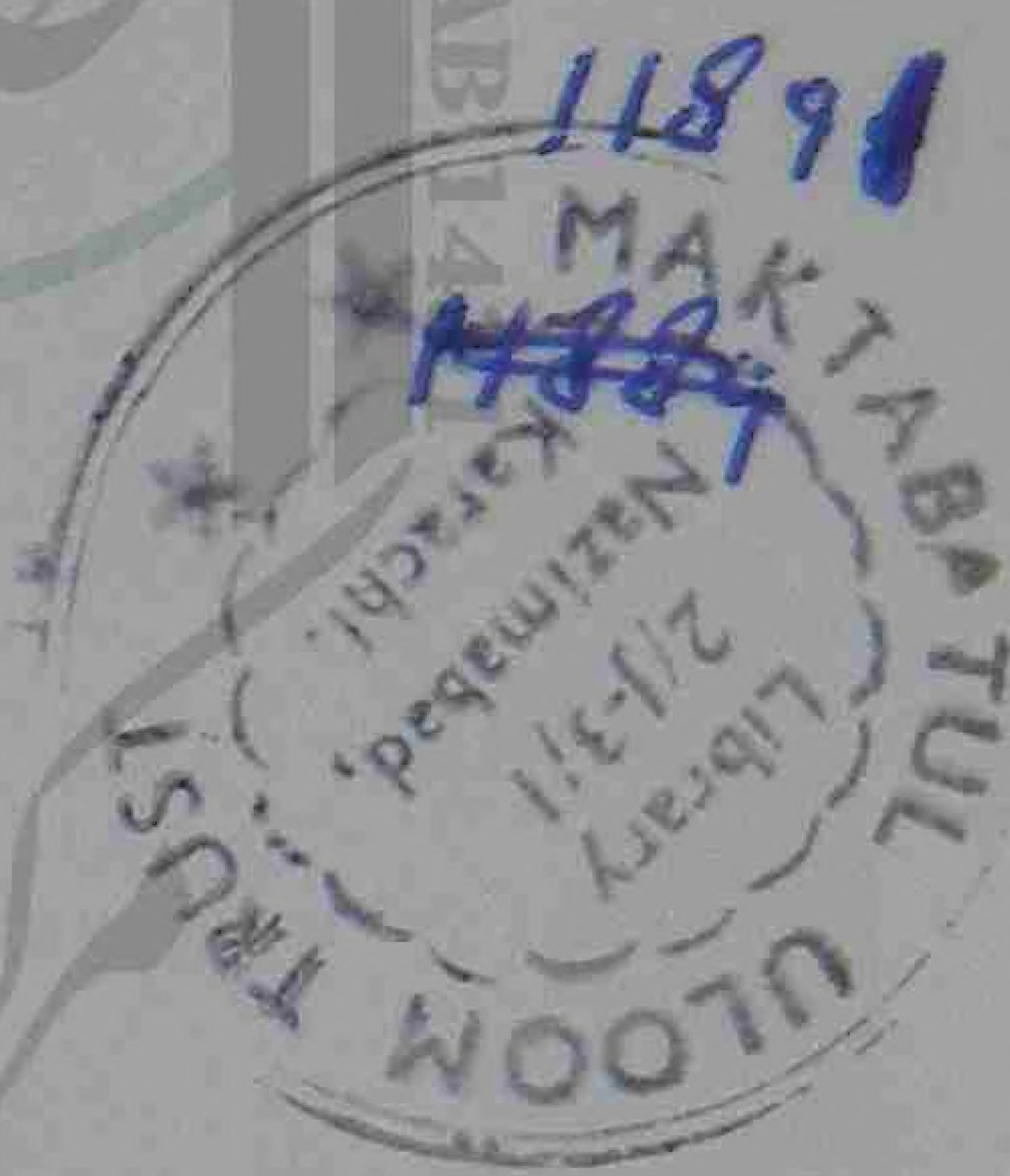
محمد باقر شمس

مقدمہ

نسیاز فتح پوری



maablib.org



انتخاب

دیوان جاوید

مولوی بندہ کاظم جاوید لکھنوی

— — — — —

دیوان کا انتخاب اور ان کے حالات

محمد باق شمس

مقدمہ

نیاز فتح پوری

انتساب

بنام

ڈاکٹر احسن فاروقی

معتد دوست، عظیم انسان، نکتہ رس،
دقیقہ سنج، بالغ نظر، دانشمند، حقیقت پسند،
شعلہ ذہن، طوفان علم، نسیم ادب،

اک مشت گل میں جلو آرا تھا

ہم اس کی یاد میں اشکبار ہیں اور عقیدت کے یہ آنسو
اس کی فقید المثال شخصیت پر نثار ہیں

ذرا ناچیز

شمس

حرفِ آغاز

جاوید صاحب کی غزلوں کے دو دیوان تھے، دونوں دیوان ان کی زندگی ہی میں چوری ہو گئے، پہلے دیوان کا تو پتہ ہی نہ ملا دوسرا مجھے مل گیا جو آپ کے سامنے ہے۔ کچھ غزلیں ان کے انتقال کے بعد پرچون اور سگریٹ کی ڈبیوں پر ملیں، ان میں زیادہ وہ ہیں جو دیوان میں موجود ہیں، بعض میں کچھ نئے شعر بھی ملے جو ان غزلوں میں بڑھا دیئے، جو نئی غزلیں ملیں انھیں ان کی ردیف میں داخل کر دیا اور جن شعروں میں کوئی لطف نہ تھا انھیں خارج کر دیا۔ سچا پس سے زیادہ مرثیے، سو کے قریب سلام، ڈیڑھ سو رباعیاں اور بہت سے قطعات تاریخ بھی انھوں نے کہے تھے وہ سب نہ میرے پاس ہیں نہ ان کی اس میں گنجائش ہے۔ اس وقت جاوید صاحب کو غزل گو کی حیثیت سے پیش کرنا مقصود ہے۔

سب سے پہلے ان کی طرف نیاز فتح پوری نے متوجہ کیا، ان کے کچھ اشعار تلاش کر کے حالات اور کلام پر تبصرہ کے ساتھ نگار میں شائع کیے پھر اس کو اپنی کتاب انتقادات میں شامل کر لیا۔

نیاز صاحب نے لکھا تھا کہ جاوید صاحب کی شاعری لکھنؤ کی اصلی رنگ کی شاعری ہے، اور لکھنؤ کی شاعری پر تبصرہ بھی کیا تھا۔

میں نے بھی ان کی تاسی میں پہلے لکھنؤ کی شاعری پر بحث کی اس کے بعد جاوید صاحب کے کلام پر تبصرہ بھی کیا مگر یہ بہت طولانی ہو گیا اس وجہ سے اس کو "لکھنؤ کی شاعری" کے نام سے الگ کتابی صورت میں شائع کر دیا اور نیاز صاحب کا تبصرہ مختصر ہونے کی وجہ سے اس میں بطور مقدمہ داخل کر دیا۔ نیاز صاحب کو جاوید صاحب کے حالات نہ مل سکے اس لیے اسے حذف کر کے حالات میں نے خود لکھ دیئے۔ والسلام

زرّہ ناچیز

محمد باقر شمس

دارالتصنیف۔ ۳۰ رضویہ سوسائٹی۔ کراچی ۱۸

یکم اپریل ۱۹۷۸ء

حیاتِ جاوید

۱۲۹۳ھ

محمد کاظم نام بندہ کاظم عرف جاوید تخلص محمد جعفر صاحب امید کے

بیٹے مولانا محمد باقر صاحب منصف الدولہ بہادر کے پوتے سلطان العلماء

مولانا سید محمد صاحب مجتہد العصر کے پوتے۔

۱۲۷۳ھ

زین العلماء عضد الدین مولانا علی حسین آخلف سید العلماء سید حسین م

کے نواسے ۱۲۷۱ھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گھر میں ہوئی کہاں تک ہوئی

یہیں معلوم۔

۱۳۲۰ھ

گیارہ برس کے سن میں والد کا انتقال ہو گیا مانمون دہدی حسین ماہر

نے پرورش کی ملاؤ العلماء مولانا ابوالحسن عرف بھین صاحب ۱۳۰۹ھ وظیفہ معین

کیا اس طرح جاوید کی ابتدائی زندگی خوشحالی میں بسر ہوئی۔

شادی خاندان ہی میں صادق علی عرف چھنگا صاحب حسین م ۱۳۵۱ھ کی

بہن سے ہوئی جو سید صادق صاحب م ۱۳۵۱ھ لپہر سلطان العلماء کے نواسے

تھے۔ کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ جب بیوی کا انتقال ہو گیا تو دوسری شادی

نہیں کی۔ کتابی چہرہ۔ میانہ قد۔ گدبدا جسم و جاہت اور شان چہرے

سے نمایاں بھی چو گوشہ ٹوپی انگرکھا اس پر تھوڑا مال مشرویا چھاپٹ

کاپیجامہ اور دربی کاپمپ پہنتے تھے ایک ہاتھ میں تسبیح رہتی تھی شخصی

ڈاڑھی تھی جب سے بال سفید ہونے لگے تھے خضاب یا بندی سے لگاتے تھے۔

اختلاجی مزاج تھا ہیضہ سے بہت ڈرتے تھے گرمیوں میں اور

خاص طور پر فصل کی خرابی کے زمانہ میں استخارہ دیکھ کے کھانا کھاتے تھے

ب

اکثر فاقہ کہتے تھے۔

سفر سے بھی بہت گھبراتے تھے جب بضرورت کہیں جانے لگتے تو کوئی شاگرد قرآن کے نیچے سے نکالتا اور وہ دعائیں پڑھتے دونوں بازوؤں پر دم کرتے گھر سے باہر نکلتے تھے۔

خلیق متواضع منکر مزاج اور صاف دل آدمی تھے سیکڑوں لطیفہ یاد تھے جہاں بیٹھ جاتے تھے محفل کو زعفران زار بنادیتے تھے۔ شیرازی کبوتروں کا شوق تھا نہایت عمدہ قسم کے رنگ برنگی کبوتر پلے تھے جب ان کی ڈھابلیاں کھلتی تھیں تو ایک چلتا پھرتا باغ نظر آتا تھا۔

دنگل کے بہت شوقین تھے پان کثرت سے کھاتے تھے۔ شاعری کا بچپن سے شوق تھا محمد صطفیٰ عرف لدن صاحب خورشید کے شاگرد تھے۔ شاعری میں ان کی شہرت غزل گوئی سے ہوئی اور اپنے زمانہ میں لکھنؤ کے سب سے بڑے غزل گو کی حیثیت سے مشہور ہوئے ان کا مزاج عاشقانہ تھا غزل سے فطری مناسبت تھی اوائل عمر ہی سے انہوں نے شہرت حاصل کر لی تھی۔

ہمدی حسین صاحب ماہر کے انتقال کے بعد وہ مالی پریشانیوں میں مبتلا ہو گئے اور غالباً اسی زمانہ سے مرثیہ کہنا شروع کیا جو اس زمانہ میں باعزت ذریعہ معاش تھا اسیں بھی انھوں نے بڑی شہرت حاصل کی اور لکھنؤ کے چوٹی کے مرثیہ گو یوں میں شمار کئے گئے۔ حضرت انجم لکھنوی نے اس زمانے کے اکابر مرثیہ گو یوں کا ذکر ایک رباعی میں اس طرح کیا ہے ۷

اس جہ کے بس میں پانچ شاہان سخن حقا کہ انہیں کے دم ہے شان سخن
جاوید عروج و عارف و آوج و شید یختن پاک ہیں ایمان سخن

وہ مرثیہ پڑھنے کے لئے دور دور بلائے جاتے تھے دو مرتبہ نواب
رکن الملک کی دعوت پر حیدر آباد گئے۔ اصغر آباد پندرہ اول جانٹھ
ضلع منظر نگہ ہر سال بلائے جاتے تھے اور ہر جگہ سے معقول رقم ملتی
تھی جب واپس آتے تھے تو خوشحال ہو جاتے تھے مرغا تیرہ بیڑ دونوں وقت
پچھے دھوڑی پیروں سے بھری رہتی تھی کھانے میں اکثر شاگرد بھی
شریک رہتے تھے جب پیسہ ختم ہو جاتا تو وہی عسرت کا عالم ہو جاتا
لیکن غیور اتنے تھے کہ کسی پر ظاہر نہیں کرتے تھے نہ کسی شاگرد سے کبھی
طالب ہوئے کبھی کوئی چیز گرویں رکھدی یا بیچ ڈالی اسی سلسلہ میں اپنا
آبائی مکان جو سرائے محالین خان میں تھا بیچ ڈالا اور تھوٹی ٹولہ میں کرائے
کے مکان میں اکٹھے آئے جہاں مرتے دم رہے کسی حال میں ہوں فکر سخن سے
غافل نہیں رہتے شاگرد گھیرے رہتے تھے اور شوق سخن جاری رہی تھی۔
پیتل کا جالی دار قلمدان سامنے رہتا تھا جس میں قلم دو ات راجس
کا چاقو والا پکیاں اور عشر کی شیشی ہوتی تھی۔

وہ بڑے برجستہ گو تھے شعر کہنے میں ان کو ناکیر ضرور
برجستہ گوئی - نہ تھی غزلوں کی غولیں اس طرح کہہ دالتے تھے جیسے بایا

کہ رہے ہیں انھوں نے اپنی بعض غزلوں کے مقطع میں اس کا ذکر بھی کیا
ہے صفدر مرزا اپوری ان کے ملامذہ میں تھے انھوں نے ایک کتاب
بزم خیال لکھی ہے جس میں ان شعراء کا ذکر ہے جن کو انھوں نے دیکھا ہے
جاوید صاحب کے متعلقین انھوں نے جو کچھ لکھا ہے اس سے ان کے کمال فن

سادگی مزاج اور برحبتہ گوئی کا اندازہ ہو سکتا ہے وہ لکھتے ہیں۔
 ”جب میں لکھنؤ میں آیا یہاں کے اکثر شعراء اور کامیاب فن سے
 ملتا رہا جس وقت میں بندہ کاظم صاحب جاوید سے ملا
 تو جس قدر میں نے شہرت سنی تھی اس کا کوئی اثر طریقہ پر
 نہیں پایا۔

اتفاق سے ایک دن ساتھ سبزی کی سیر ہو رہی تھی کہ
 ایک صاحب سیاہ شیروانی پہنے ہوئے نمودار ہوئے آپ
 نے کہا۔۔۔ صبح سے شام تک اصلاحیں دے کے یہاں
 آیا تھا یہ بھی مرے ماتم میں سیاہ پوش ہیں انھوں نے قریب
 بیچ کر فراموشی سلام کیا اور شعر اصلاح کے لئے سناے
 جاوید صاحب سنتے جاتے تھے اور اصلاح دیتے جاتے تھے اسے
 میں۔ ایک دوسرے صاحب نازل ہوئے، انھوں نے
 ایک شعر اور ایک مطلع اصلاح کے لئے پیش کیا مطلع
 تو مجھے یاد نہیں رہا شعر یہ تھا ۵
 نہیں ہے اب کوئی جوان کو دیکھے، حسیں اب کیا کریں سرمہ لگا
 اصلاح
 دم زینت خیال آتا ہے کس حسیں رو دیتے ہیں سرمہ لگا
 ایک دن جاوید صاحب میسر گھر سے جا رہے تھے
 پانی برس کے نکل گیا تھا راستے میں کچر بہت تھی پاؤں کچر
 میں پڑا اور چھینٹیں اڑیں مولانا عشقی اور عزیز ی
 طرب ساتھ تھے آپ نے برحبتہ کہا ۵

جو پھینٹ پاؤں سے اڑتی ہے سر پہ آتی ہے

فلک کی طرح زمین بھی ہمیں ستاتی ہے

شب ۱۲ ربیع الاول ۱۳۴۷ھ مطابق پندرہ نومبر ۱۹۲۱ء

انٹھ برس کی عمر میں دودن سانجھ کے مرض میں مبتلا رہ کے انتقال فرمایا

جنازہ بڑی دھوم سے اٹھاسٹھ کے تمام روسا، علماء اور شعراء

شریک تھے غزاں مآب کے امام بارگاہ میں دفن ہوئے۔

ہندوؤں کے تقریباً تمام شعراء نے وفات کی تاریخیں کہیں کسی نے

آواز طہتم فاوخلوہا خال دین

سے مادہ تاریخ نکالا تھا جو بہت پسند کیا گیا۔

احباب و معاصرین :- ان کے احباب میں مولانا ابوالکلام آزاد

بھی تھے جو ان کے بڑے قدر دانوں میں تھے جب لکھنؤ آئے تھے تو ان سے

ضرور ملتے تھے اور اکثر مصرع طرح بیچ کے غزلیں بھی منگواتے تھے ایک

غزل کے مقطع میں جاوید صاحب نے اس کا ذکر بھی کیا ہے۔

ایک ہی دن میں غزل بھیجی کہہ جاؤ پاس تھا حضرت آزاد کے فرمانے کا

امیر مینائی ان کے اساتذہ کے ہم عصر تھے مگر ان سے برابر کا برتاؤ کرتے

تھے اور اکثر غزلوں کی طرح بیچ کے ان سے غزلیں کہلواتے تھے اس کا ذکر

بھی جاوید صاحب نے ایک غزل میں کیا ہے۔

آپ جاوید بجالا چکے ارشاد امیر طرح گریخوب ہو تو فکر بھی بیکار نہ ہو

ریاض خیر آبادی ان کے معاصرین تھے ان سے بھی عزیزانہ تعلقات

تھے ایک مقطع میں اس کا ذکر بھی ہے۔

یہ کہہ ریاض سے جاوید ہو جو دیکشش کہاں وہ جائیں گے جو دو لکھنؤ آئے

تلامذہ :- ان کے شاگرد کثرت سے تھے اور تقریباً ہندوستان کے ہر گوشے میں تھے ان کی ایک فہرست انھوں نے اپنے قلم سے اپنے دیوان کی ابتدا میں لکھی ہے اس فہرست میں کچھ نام لکھ کے کاٹ دیئے اس کی وجہ سمجھ میں نہیں آئی کیونکہ اس میں ایسے نام بھی ہیں جو آخر وقت تک ان کے شاگرد رہے اور ان کے بعد ان کی جانشینی کے مدعی ہوئے جیسے مجاور حسین صاحب تانا ہم تمام نام اس طرح نقل کئے دیتے ہیں جس طرح دیوان میں ہیں۔

سید مجاور حسین بیتاب - نواب مرزا فلک - نواب حسین نادر - کاظم حسین محشر -
 سید محمد عرف آغا صاحب بہار - میرن صاحب و قبا - محمد علی حسرت - مولوی
 زوار حسین قمر - خلف عماد العلماء رجباب میر آغا صاحب مجتہد - سید علی سجاد بیل بریلوی
 منے صاحب شفیق - سید علی نواب شفیق و قدیم - سید صادق علی صادق بریلوی
 میر محمد عابد عابد - شیخ عبد الوہاب و ہاب سکندر آبادی - محمد والی فریاد -
 محمد ناصح عرف بڈھن صاحب ناصح - نواب سلطان بہادر نظر - در علی خاں نصایاں حید آبادی
 میر امیر تلی شاہق حید آبادی - حیدر علی صاحب محزون حیدر آبادی - میر عبد علی باری
 حیدر آبادی - شیخ قربان حسین عورت - لڈن صاحب بہار - میر علی شبر فتح جالسی -
 رضا حسین بدر رضا علی الم - منے صاحب فکر - حمید - مجتبیٰ حسین رمز - مصطفیٰ حسین
 نواب امراؤ مرزا صاحب ہیر - نواب نادر مرزا نجم - نواب بندہ قاسم صاحب قاسم
 سلطان حسن کانپوری جوہر - مولانا نادر حسین نادر - محمد حسین نسیر - عنایت حسین خان
 آغا صاحب ہلال - خلف بحر العلوم مولانا محمد حسین عرف علقن صاحب مجتہد -
 جعفر صاحب (خلف علقن) صاحب شیدا - حکیم مرزا محمد علی صاحب محزون -
 شیخ علی محمد صاحب ناطق (جونپور) محمد قاسم صاحب نصیر آبادی سید کاظم حسین صاحب
 سید صادق حسین صاحب برادر ہدف - محب حسین محب الہ آبادی - سید جعفر حسین بھر -

چھٹن صاحب مشتاق۔ مرزا محمد جعفر عرف منے صاحب حبیب سید احمد رضا
 و جہا ہت حسین ناظم۔ سید نفی صاحب نجم۔ مہدی حسین صاحب بشیر سرسوی۔
 حکیم محب حسین وفا۔ محمد عباس برق سرسوی۔ احمد حسین تیس سرسوی۔
 سید صاحب حشر۔ منشی نثار علی صاحب عظیم آبادی۔ مولوی بدھن صاحب۔
 سید علی عرف بے صاحب کوثر۔ حسین مرزا خرد۔ بھپن صاحب درد۔
 یاد حسین ثمر۔ محسن صاحب قمر۔ اچھے صاحب صبر۔ واجد علی صاحب وجد۔ لدن صاحب
 نواب خادم حسین خاں صاحب دلارے صاحب۔ چھپن صاحب خیال براد بہار۔
 محمد وحید صاحب بنارس۔ سیبا۔ محمود الحسن صاحب اکبر۔ خلف جعفر حسین خاصا۔
 عطا حسین صدف۔ منشی امین الدین آجر۔ احسن علی خاں احسن کانی پوری۔
 بنو صاحب ہاشم۔ مولوی تراب علی صاحب۔ مولوی رجن صاحب عابد مہر۔
 عبدالوحید صاحب جمیل پندر اول۔ سید سلمہ بدر۔ سید جواد صاحب فیض آبادی۔
 سید اختر حسین خلف میر نادرسین صاحب۔ شبیر حسین دل خلف محمد والی صاحب۔
 سید کر بلائی حسین عرف اچھے صاحب۔ سید مرزا صاحب خویش نواب اغن صدام۔
 چھپن صاحب عاقل۔ برادر چھپن صاحب شیدا۔ محمد احسن صاحب فرحت لکھنوی۔
 اغن صاحب سلمہ قمر۔ خلف حضرت استادی خورشید۔ منے صاحب خلف حضرت
 خورشید اختر۔ اصغر علی خاں صاحب ارشد۔ مولوی ابوالحسن صاحب۔
 شہنشاہ حسین صاحب گویا۔ زاہد حسین صاحب فوق۔ نواب سکندر آغا صاحب سکندر۔
 افسر مرزا صاحب اثر۔ اقبال حسین صاحب طاہر۔ نواب مرتضیٰ حسین خاں صاحب
 عرف نواب بدھن صاحب خلف نواب بندہ حسین صاحب نادر جے پور تو قمر۔
 مشرف حسین صاحب بدایونی سحر۔ بدھن صاحب سمبل خلف محمد جوہر۔
 عالی قدر صاحب قدر۔ مشرف حسین صاحب عرف پیارے صاحب شرر۔

وزیر علی برادر سلطان علی خیال - عبدالحین صاحب جوہر الہ آبادی -
 ظفر حسین صاحب سیالپور نولہ - محبت حسین صاحب محبت -
 سید رعایت حسین صاحب کانپوری شکر - محمد حسین صاحب شاکر -
 سید امیر احمد صاحب سید جانٹھ - ذاب سرفراز علی خان صاحب شاکر -
 رئیس جانٹھ - مولوی شبیر حسین صاحب سرسوی - سید محمد ہاشم صاحب -
 سلطان حسین صاحب سائل کانپور - مولانا اختر حسین صاحب فیض آباد -
 سید ذاب علی صاحب سندیلوی - سید ہدی حسین صاحب ناظر سندیلوی -
 سید جواد صاحب فیض آبادی - مولانا اطہر حسین صاحب کراوی ٹھل -
 چودھری لطافت حسین صاحب خرد رئیس عظیم کراوی - مولوی سید لدا حسین صاحب -
 حکیم سجاد حسین صاحب بنم - شیخ علی حسین صاحب مضطر - ننھے صاحب نذر -
 ذاب رستم علی خاں صاحب رئیس دھولپور - پیارے لال صاحب شاکر -
 الطاف حسین خمار - ظفر حسن ظفر - کاظم حسین صاحب بازار حیدر گنج -
 حامد حسین خمار - سید ابوالحسن صاحب شاکر دولہا صاحب عاشق مرحوم -
 سید محمد عادل صاحب - کلید محمد صاحب - اختر حسین صاحب الہ آبادی -
 مولانا شاکر حسین صاحب شاکر ساکن میرٹھ - ڈاکٹر پیارے صاحب جوہر -
 ہادی حسن اختر حوالہ لشتر بہ حوالہ بنے صاحب - عسکری حسین صاحب خجڑ -
 منشی محمد نعیم اللہ کوثر لین محرز - منشی تہورا احمد خان صاحب احمر - حکیم
 شوکت حسین صاحب آلہ حکیم ذاکر حسین صاحب شیدا -
 حوالہ اختر :- محمد حسین صاحب نیر مولوی بدھن صاحب محبت -
 امام الدین حیدر صاحب شاہ آبادی اصف مرحوم - سید کر بلائی حسین عرف اچھے سرسوی

لے اختر صاحب جادید صاحب کے استاد فور شد کے صاحبزادے خوشگو شاعر تھے جوانی ہی میں انتقال ہو گیا۔
 جادید صاحب نے اپنے اکثر شاگردوں کے حوالہ کردیے تھے لے جوش صاحب کے ناما۔

قربان علی صاحب مقبول ساکن بمبئی۔ ذاب بن صاحب راز۔ منی لال اختر
 حوالہ اختر۔ یوسف حسین خولش۔ احمد رضا صاحب۔ ذاکر حسین منا کراروی
 برادر ضامن حسین صاحب۔ افتخار حسین صاحب کامل کراروی۔ چھٹن صاحب برادر
 ولد ار حسین صاحب۔ محمد عباس صاحب جنون۔ حضرت باریق۔ ذاب
 لدان صاحب صولت۔ سید صاحب محدث۔ حکیم احمد حسن صاحب حسرت۔
 حافظ خان صاحب حافظ۔ اختر حسین خلف دبیر الحسن انبالوی ناظم صاحب صبا الاضلی
 میرن صاحب صدر الافاضل۔ عبدالحسین صاحب صدر الافاضل۔ سید علی
 صدر الافاضل۔ علی ابراہیم صاحب صدر الافاضل۔ ذاب پیارے صاحب جنون
 بانس بریلی۔ سید محمد حیدر خلف حکیم صفدر حسین کانپوری۔ علی قدرنگین خلف علی سجاد صاحب
 فضل احمد نسیم۔ سید وراثت علی صاحب فکر۔ سید باقر رضا جوش۔ محمد عاشق جنون
 پیارے صاحب مشرف علی شرف۔ محمد حیدر سلمہ اثر تقن صاحب۔ مہر غنی حمید۔
 اعجاز حسین خان صاحب اعجاز الہ آبادی
 قلمری نام :- ذاب مظفر علی خاں صاحب رئیس جالٹ۔ علی غضنفر صاحب
 سید علی مظفر صاحب مظفر کلب عسکری بدر۔ سید صادق علی عرف
 چھنگا صاحب حسین۔ سید مجاور حسین عرف نجم صاحب تمنا عبد الحق عروج
 کانپوری۔ سید شوکت علی صاحب بلوری رشید۔ سید عابد حسین عرف مجتو
 شمشاد علی صاحب پسر عابد علی صاحب شمشاد۔ اقبال حسین صاحب جوہر
 سجاد حسین صاحب بزم مولوی اظہار حسین صاحب تھمل۔ مولوی سید علی صاٹا
 میر باد علی صاحب قبول ساکن بمبئی۔ خواجہ مشہد حسین صاحب مبشر
 حکیم نفع صاحب (آشفقت)

لکھنؤ کی صحیح رنگ کی شاعری

اور

جاوید مرحوم

از نیاز فتحپوری

عام طور پر دہلی اور لکھنؤ کی شاعری میں وجہ امتیاز یہ بتائی جاتی ہے کہ وہاں جذبات و کیفیات سے بحث کی جاتی ہے اور یہاں صنعت زبان اور محاورات سے، لیکن میرے نزدیک یہ درست نہیں، کیونکہ جذبات و کیفیات سے خالی تو کوئی شعر ہو ہی نہیں سکتا خواہ میر کا ہو یا امیر کا البتہ جذبات کی نوعیت اور ان کے اظہار میں فرق ضرور ہوتا ہے اور یہی ہے دہلی اور لکھنؤ کی راہیں جدا ہوئی۔ شاعری الفت و محبت کی زبان ہے اور اس کے تحت جو جو تاثرات پیدا ہوتے ہیں ان کیلئے دہلی اور لکھنؤ دونوں جگہ کی گلیاں یکساں حکم رکھتی ہیں لیکن شاید یہ سرزمین یا اختلاف آب و ہوا کا اثر ہے کہ دہلی کا شاعر خراب الفت ہونیکے بعد ایک دنیا اپنی علیحدہ قائم کر لیتا ہے جہاں وہ کائنات سے بے نیاز ہو کر شعر نہیں کہتا بلکہ اپنے جذبات ایک خرمی راگنی میں گنگنا یا کرتا ہے اور لکھنؤ کا شاعر طالع ناسا کی تمام یاس آفرینیاں دیکھنے کے بعد بھی کوچہ محبوب کو نہیں چھوڑتا۔

محفل یار میں غیروں سے "ان" کا التفات دیکھ دیکھ کر چل رہا ہے مر رہا ہے لیکن ایک سرکش گدا کی طرح وہاں سے ٹلتا نہیں یہاں تک کہ وہیں دم تیا ذبح ہو جاتا ہے اور اس کی زندگی نہیں بلکہ موت کا بڑا کارنامہ یہ ہوتا ہے کہ اس کا محبوب بھی بازلف پریشان اس کے جنازہ کے ساتھ ساتھ ہے لکھنؤ میں تاثرات محبت کی یہ فضا پیدا ہو جانا جس میں دوسروں کو متاثر کرنے کے لئے نزع

جاں کنی، ماتم، وادیلہ، بین شیون، جنازہ کے مناظر سے زیادہ کام لیا جاتا ہے، ایک حد تک ضروری تھا کیونکہ یہاں کے اکثر شعراء ایسے مسلک کے پابند ہیں جس کی رو سے انھیں سال کے بارہ مہینوں میں تقریباً ہر مہینے کسی نہ کسی طرح اس نوع کے جذبات کو زندہ رکھنا ضروری ہوتا ہے۔ پھر انسان کے جذبات پر ماحول ہی کا اثر نہایت قوی ہوتا ہے جب جاتیکہ خود ذاتی معاشرت اور مذہبی معتقدات کہ اس کے اثرات سے بچنا کسی طرح ممکن نہیں۔ اسی لئے لکھنؤی شاعری کا یہ درد مند پہلو جس میں مرثیہ کا رنگ زیادہ جھلکتا ہے۔ دردناک تو ہے لیکن خود داری اور وقار کی بلندی نہیں رکھتا۔

لکھنؤ کی شاعری کا دوسرا رخ وہ ہے جس کا تعلق صرف "محفل طراز" سے ہے اور جہاں عامۃ الورد و جذبات الفت سے بحث کی جاتی ہے۔ اس رنگ میں لکھنؤ کا شاعر ہر چند "اہل نظر" کی حیثیت سے اپنے آپ کو پیش نہیں کر سکتا لیکن ایک بوالہوس کی حسن پرستیاں بھی ہمیشہ نظر انداز کرنے کے قابل نہیں ہوتیں میرے ایک دوست نے مرزا عشق مرحوم کا یہ مصرعہ۔

نام سے تو نیک کے باند گئے بازوئے دوست

نہایت گراہت ساتھ پڑھا اور فرمایا کہ یہی کوئی شاعری ہی میں خاموش ہو گیا کیونکہ مجھے معلوم تھا کہ ان غریب کو کسی کے گورے گورے بازو دیکھنے ہی نصیب نہیں ہوئے، چہ جائیکہ وہ وقت آرائش ان پر رنگین ریشمی فیتوں کے تو نیک بندھتے دیکھتے۔ دوسرے دن اتفاق سے شاہ مینا صاحب کی نوچندی میں میرا ان کا ساتھ ہو گیا۔ ایک مغنیہ اور کافی حسین غزل گارہی تھیں اور وہی مابہ النزاع تو نیک اس کے بازو پر بندھا ہوا تھا۔ خیر اس وقت وہ صرف مسکرا کر رہ گئے، لیکن سنا ہے کہ اس کے بعد کسی اور جلسے میں جب مرزا عشق کی شاعری

کا ذکر آیا تو انہوں نے اس صرع کی بھی تعریف کی کہ

نام سے تعویذ کے باندھے گئے بازوئے دوست

الغرض لکھنوی شاعری کا یہ رُخ ضرور قابلِ لحاظ ہے اور ایک

”رند شاہ باز“ کی زندگی کے بہت سے نکتے اس میں تلاش سے مل جاتے ہیں
حیات انسانی کے واقعات میں موزوں ناموزوں کی جستجو، لغو سی بات
ہے۔ حقیقت کے لحاظ سے دیکھئے تو میر و درد بھی ویسے ہی ناکارہ نظر آتے

ہیں جیسے جان صاحب، کیونکہ کام کی بات ان میں سے کسی نے نہیں کی
پھر جب سوال صرف وقت ضائع کرنے کا ہے تو اس میں یہ جستجو کرنا کہ
کس نے اچھی طرح وقت ضائع کیا اور کس نے بری طرح، لا یعنی سی بات
ہے۔ مولویانہ انداز میں زیادہ سے زیادہ فرق اگر کوئی ظاہر کیا جاسکتا

ہے تو صرف یہ کہ بلند جذبات سے ہمارا خیال محصیت سے ہٹتا ہے اور
پست کیفیت کا شعر اس طرف مائل کرتا ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ ایک
مولوی کو اس بحث میں پکڑی الجھانے کی ضرورت ہی کیا ہے گناہ کی لذت
سے واقف ہوئے بغیر، خواہ مخواہ گناہ کو گناہ کہہ دینا کہاں کا انصاف

ہے۔ علی الخصوص اس وقت جبکہ موت کی نگاہ میں ایک ندامتِ شب زندہ دہ
اور ایک رند بادہ خوار دونوں ایک درجہ رکھتے ہیں۔ موت کے بعد
کا سوال نہ اٹھائے کہ اس کا تعلق مذہب سے ہے اور سب سے بڑا شاخ

وہی ہے جو سب سے زیادہ مذہب سے علیحدہ ہو۔ بہر حال مقصود صرف
یہ ظاہر کرنا ہے کہ لکھنؤ کی شاعری بھی اپنی جگہ خاص چیز ہے۔ اگر کوئی
اسے تکمیل کے ساتھ ادا کرے، لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ کچھ دنوں سے
شعرا لکھنؤ میں دہلی کی تقلید کا خیال قوی ہوتا جا رہا ہے اور حقیقتاً مجھے

انسوس ہوتا ہے جب میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ دہلی کی آب و ہوا یہاں آہیں سکتی
اور لکھنؤ کی وہ مخصوص فضا بھی اس کوشش میں برباد ہو رہی ہے اور بیان
کی روانی، زبان کی پاکیزگی، الفاظ کی شائستگی، محاورات کی شگفتگی جو
اہل لکھنؤ کا حصہ تھی مفقود ہوتی جاتی ہے۔

ایک دن میں اپنے عزیز دوست مولوی عبدالباری صاحب آسی اسی
بحث پر گفتگو کر رہا تھا کہ انہوں نے مجھے جاوید مرحوم کے دو چار شعر
سنائے۔ چونکہ ایک زمانہ کے بعد میں نے لکھنؤ کے صحیح رنگ کے شعرات
اس لئے مجھے بہت لطف آیا اور میں نے خواہش کی کہ ان کا کلام ذرا
کیا جائے، لیکن جستجو کی گئی تو مایوسی ہوئی کیونکہ سوائے چند اشعار کے
ان کا سارا کلام ضائع ہو چکا ہے اور اب کوئی امید اس کے ہاتھ آئی نہیں
ہے۔ چونکہ جناب جاوید مرحوم کو آسی سے خصوصیت خاصہ تھی اور وہ
اپنی ہر غزل آسی صاحب کو سنادیا کرتے تھے اس لئے کچھ شعر ان سے
ملے اور کچھ جناب جاوید کے بھائی سید مجاور حسین آہنا سے ظاہر ہے کہ
کہ ایسی صورت میں ان کے کلام پر کیا نقد ہو سکتا ہے لیکن اس
خیال سے کہ ممکن ہے چند دن بعد یہ اشعار بھی گم ہو جائیں ہیں، یہیں
اس جگہ درج کئے دیتا ہوں۔

کلام۔ ان کے جو اشعار دستیاب ہوئے ہیں ان کے دیکھنے سے محوم
ہوتا ہے کہ جاوید صحیح معنی میں لکھنؤی شاعر تھے اور جتنی باتیں سر رنگ
کی شاعری میں ہونی چاہیں وہ سب آپ کے ہاں پائی جاتی ہیں ممکن ہے
کہ آپ نے کبھی اس رنگ سے ہٹ کر بھی کچھ کہا ہو لیکن اس کا ثبوت و شواہد
ہے۔ ان کے یہاں یقیناً تخیل بلند نہیں ہے اور جذبات بھی عمیق نہیں ہیں،

لیکن معاملات حسن و عشق کے بیان کے جتنے اسلوب ہو سکتے ہیں وہ سب ان کے ہاں پائے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ کبھی کبھی ان کا جوش و خروش سطح سے بھی بلند لیجاتا ہے مثلاً آپ کا ایک شعر ہے۔

یہ اپنے بچا ہے والوں آپ کا بڑاؤ یہاں تک آتی ہے آواز لڑائی کی

لڑائی کا مضمون نہایت پامال چیز ہے، لیکن جاوید صاحب نے جس جوش اور اسلوب کے ساتھ اس کو ظاہر کیا ہے اس نے ایک ایسی خاص کیفیت پیدا کر دی ہے جس سے مضمون میں تازگی محسوس ہونے لگتی ہے اسی میں ایک شعر اور جوانی کے قافیہ کا ہے۔

جو بچپنا ہے تو میری طرف پھیرو منہ یہ کوئی کھیل نہیں موت ہے جوانی کی

جناب جاوید نے جوانی کا منظر دکھانے کے لئے الفاظ سے جو فضا پیدا کی ہے وہ یقیناً ایک ایسی مصوری ہے جو باوجود عامیانه تخاطب کے کبھی سننے والے کے دماغ کو اپنی طرف متوجہ کئے بغیر نہیں رہ سکتی اسی قافیہ میں ایک شعر اور ہے۔ لیکن دوسرے عالم کا کہتے ہیں۔

ہماری عمر سے کچھ روٹے جاتے ہیں قسم مضمون نہ کھایا کریں جوانی کی

کسی کی جوانی کی قسم کھا کر شاعر کے خیال کا اس طرف منتقل ہونا کہ ہر قسم کے ساتھ اس کی عمر کے دن گھٹتے جاتے ہیں۔ ایسا شدید جذبہ شوق ہے کہ مشکل سے اس میں کوئی اضافہ ہو سکتا ہے۔ ہر چہ جوانی کی قسم کھانا کوئی شائستہ و مہذب بات نہیں ہے لیکن اگر کوئی ایسا کرے تو پھر کیونکر ممکن ہے کہ اس طرح ذکر شباب کیا جائے اور سننے والا افسردہ دل سے اسے سن لے۔ جاوید صاحب نے اپنے تاثر کو پہلے مصرع میں جس خوبی سے ظاہر کیا ہے وہ یقیناً معمولی شاعر کے بس کی بات نہیں ہے۔

لطف زبان، سلامت ادا کا ایک شعر ملاحظہ ہو :-

اب اک دوسرے یہ اتنی بہت زیبا نہ شایا ہے ^{ہے} نگاہیں نیچی کر لو، خیر، اچھا لے لیا ہو گا
ابتدا و جوت کی کیفیات پر غور کر کے مستقبل کی طرف سے جو اندیشہ چا
والے کے دل میں پیدا ہوتا ہے وہ بہت عام بات ہے لیکن اس جذبہ کو
ایسے اسلوب سے بیان کر دینا کہ دل کی صحیح کیفیات ظاہر ہو جائیں بہت
دشوار ہے جاوید صاحب اس میں جس قدر کامیاب ہوئے ہیں ذیل کے
شعر سے معلوم ہو سکتا ہے۔

ابھی تو آگ سی لمبی کہیں کم ہی کہیں زائد اگر مل جائیں گے لپٹیں سب لے لو کیا ہو گا

سرت و نشاط یا حزن و ملال نام ہے صرف اپنے احساس کا دنیا میں
کوئی شے ان کیفیات کی حامل نہیں ہے اگر اپنا ججا خوش ہے تو ہر منظر اچھا
معلوم ہوتا ہے اور نہ دنیا کی نشاط انگیزیاں بھی ماتم سے کم نہیں۔ اس
فلسفہ کو جاوید اس طرح بیان کرتے ہیں۔

کفن پہن ہوئے خود چاندنی آئی مگر گھری خدا عالم نہ دکھلا شب ہفتاب ہجران کا
ان کے بعض شعر یہ ہیں۔

اداسی چارہ گے کہ منہ پر جاتی ہوئی دھجی میں سمجھایہ کہ ٹوٹا زخم کا میرے کوئی ٹپا نکا

ملا شباب میں جوں بکھا وہ پیری میں چراغِ صبح تھا اب اس کا اعتبار نہ تھا
ہزار بار رکھا اس نے ہاتھ سینہ پر کہ میرے دم کے نکلنے کا اعتبار نہ تھا

خدا فرزند ہے کہہ کر میں بھی اک مشکل میں تھا سب ہی پر درد اتنا تھا کہ میرے دل میں تھا
حال دنیا پوچھتے ہیں اہل محشر تو نہیں مرنے جینے کا مزہ سب کو چاقو تین تھا

اٹھائیں دست دنازک سے وہ خنجر ذبح ہوتا ہوں
میں کروں امتحاں انکا وہ کر لیں امتحاں میرا

نہ جانے وصل میں کیا تھا ہوا ہی بھر میں کیا
جو پھول گل تھے وہ کاٹے ہیں آج بستر پر

مرنے کی اک اُمید پہ جی جائیں نصیب
تم بھی کسی کے غم میں اگر سو گوار ہو

کہتے ہیں دیکھ کر مری صورت م سے
کیا آشنائے لذت دید اس طرف نہیں
ہم جس کو عمر سمجھے تہ ہی اسکی کیا تھی
اب کہاں تھا میں جو دیتا اس محبت کا
اے یہ حشر ہے ہیں سکیڑوں تھے مشاق
کہیں یہ تفرقہ اندازِ چرخ دیکھ نہ لے
کل بھی گر پہچانے تو مان لوں !
اک جا ہی سی اسے محفل بس آکر رہ گئی
اب نہیں معلوم زخمی کون محفل میں ہوا
شب تار یک ہجر آتی ہے جاوید
رات کو دریا میں موجیں کس طرح اب نہیں
دیکھ لی ہے آج صورت آپ نے
میں یہ سمجھا اک کلی تھی مسکرا کر رہ گئی
تیر کی آواز کچھ کانوں میں آکر رہ گئی
سویرے سے چراغوں کو جلا لو
اک کنارے چاند ہوا اور اک کنارے آپ ہیں

جمع آنکھوں میں اتنے کہ کھٹک ہوئی ہے

کچھ تو آنسو مری آنکھوں سے نکل جانے دو

انتقادیات حصہ دوم ص ۵۳

.....

غزلیات

بے حد ہے نشہ بادہ خم غدیر کا
پر وہ نہ حشر میں بھی کنا ہوں کا فاش ہو
سہر رکھ کے اس زمین پہ کہتا ہے آفتاب
شاہوں سے بھی مزاج نہ میرا کبھی ملا
سہیلوں کا نام لے کے جناب امیر کا
دامن جو ہاتھ میں ہو جناب امیر کا
ذرا ہوں آستان جناب امیر کا
محتاج تھا گدا لے جناب امیر کا

جاوید خوف حشر جنہیں ہے انہیں کو ہو
جنت ہے گھر غلام جناب امیر کا

مژدہ زنج کا سنا مری تقدیر میں تھا
نہ سہی آپ جنازہ نہ اٹھائیں میرا
گفتگو کی نہیں جا حسن میں دھن تھا ایسا
دیکھ کر جس کو کیسے کی رگیں کھینچتی ہیں
دیکھتے وقت مری آنکھوں کے پردے اٹھے
روح افزا اثر آواز پر تیر میں تھا
میں یہ سمجھوں گا کہ یہ بھی مری تقدیر میں تھا
قابل دید تھا اندازہ تو تصویر میں تھا
اور اک بل بھی تری زلف گرہ گیر میں تھا
تھا جسے جس اندازہ جو تصویر میں تھا

کہئے اے حضرت جاوید کہ جا ہے یہ زیب

آج وہ آپ میں ہے جو کہ کبھی تیر میں تھا

دل کے پہلو میں ہے گہرا زخم ان کے تیر کا
آبلے نے اور بھی کھولا دیا دل کا ہو
شمعیں بجتی ہیں وہ گھر جاتے ہیں تارے چھپتے ہیں
دید کے قابل ہوا اب ایک رخ تصویر کا
ایک جنگاری سے لوہا جل گیا زنجیر کا
دم بکھلنے کو ہے شاید پھر کسی دل گیر کا

بہارِ نونی ہوئی جاویدِ آب تک میں گواہ

دم بڑی مشکل سے نکلا، شقِ دل گیر کا

پھری پھری گے گا آج مجھ پر اسی جوتہ تل ہے اک تہاں
 تریہ تھا سوزشِ بیاں کا پتہ نہ تھا میرے استخوان کا
 رگیں گلے کی تڑپ ہی میں تیرے وقت امتحان کا
 فشر سے قول تھا زبانِ زیر میں بے دور رسوں کا
 ہوئی جو قسمت بھی دل کی سستی رہا زمینِ نہ آسمان کا
 ہر ایک بھولا رہ طرکچہ چھپا جو بدلی میں چاند شب کو
 گماں ہوا صاف صاف سب کو کسی شرب کے منہ کو ڈھانکا

نستِ نئی بکلی ہیں تڑپ کے جواب کے ٹوٹے گا کوئی تانا

بہارِ خونِ ناحق رنج و غم کھانے سے کیا ہوگا
 چلے تھے دزد کوٹن کر تھے یہ کہہ کے رستہ میں
 جو ہونا تھا جواب اس کے سمجھانے سے کیا ہوگا
 نہ جانا اب مناسب ہے وہ کب کا مر گیا ہوگا
 بعد تیرہ ہے جب تو اس کے جل جانے سے کیا ہوگا
 نہ ہو کچھ جان جس میں اس کے مرجانے سے کیا ہوگا
 کسی کی بات رہ جائے گی تیرا کیا ضرر اس کو
 ذرا بھی بدلے وضعِ عالم مکان نہیں ممکن
 کوئی اتنا بتائے میرے مرجانے سے کیا ہوگا

گناہِ اچا ہے اے حضرت جاویدِ ناسخ سے

سمجھتا بھی نہیں جب تو سمجھانے سے کیا ہوگا

دل کو مرے مل رہے ہیں کیا کیا
 پھر دیکھنے کی جو اک غرض ہے
 ہم گر کے سنبھل رہے ہیں کیا کیا
 تیور وہ بدل رہے ہیں کیا کیا
 چھپ چھپ کے نکل رہے ہیں کیا کیا
 دم کھینچ کے نکل رہے ہیں کیا کیا
 بنیا رہ سنبھل رہے ہیں کیا کیا
 دل کو مرے مل رہے ہیں کیا کیا
 پھر دیکھنے کی جو اک غرض ہے
 بو سے جو کسی نے لے لے لے لے
 تارے بھی جیس ہیں دیکھ لے لے
 انگڑائیاں کوئی لے رہا ہے
 صحت یہ جو دوسل کا ہے وعدہ

حد سے افرور ہے یہ کہہ کر میں بھی اک شکل میں تھا
 خون ارمانوں کا ہوتا تھا تھلاطم دل میں
 سن چکا تھا حشر میں وہ منہ چھپا کر اس کے
 غنچے چپکے میں گلتاں میں تو اس کا کیا عجب
 گلشن عالم میں لالے کی طرح تھا محو حسن
 کس کی میت ہے جو سینہ پر رکھے ہر دو نوا
 حال دنیا پوچھتے ہیں اہل محشر تو سنیں
 جان دے کر مرنے والوں نے اسے بھی لے لیا
 کیا کیا اس کو بھی لکھو یا بٹھ کے لے سوز فرا
 رہتے والوں کے مذاقوں پر ہوا اب منحصر
 ہم کے افسرہ بنا گو غریباں کا چراغ
 وہ گلے سے آکے مل جائیں تو شاید کچھ کھلے
 صبح ہوتے دیکھ لو کہتے ہیں کچھ کچھ کرچا

جس کے دلیں ہونے لے جاوید کوئی آرزو

دیکھنے کا اس کے بھی ارمان میر دلیں تھا

محل ملانہ مجھے حشر میں جو نالوں کا
 ہر ایک غنچہ ہے ہم درد قلب لبلب زار
 کسی سے بات کریں گے نہ ساکنان عدم
 کسی حسین کی ادا دیکھنے سب آئے ہیں
 اگر بہشت میں جائیں تو جائیں یہ طریق
 وہ جاگتے ہیں کہ دیکھیں مے تڑپنے کی سیر

سب ہی پر درد اتنا تھا کہ میرے دلیں تھا
 دم مرا الجھا ہوا جب نزع کی شکل میں تھا
 دم نکلتے وقت بھی تو میں عجب شکل میں تھا
 دیں جواب نالہ لبلب یہ ان کے دل میں تھا
 جب میں دنیا میں آیا داغ میرے دلیں تھا
 آپ سے ملنے کا کیا ارمان اس دلیں تھا
 منے جینے کا مزا سب کوچہ قاتل میں تھا
 اک ٹھکانہ جو بظاہر کوچہ قاتل میں تھا
 جو بچا تھا خون پیکاں سر وہ اب دلیں تھا
 بامزاجت میں تھا یا آپ کی محفل میں تھا
 اس کے تیور تھے کچھ جو داغ میر دلیں تھا
 یوں وہ کیا جانیں کہ کیا ارمان میر دلیں تھا
 وہ بھی جلتا تھا جو شب بھر کلیلے محفل میں تھا

بحال ہو گیا چہرہ ستانے والوں کا
 چٹک چٹک کے دیا ہے جواب نالو کا
 مزاج اور ہے اب یاں کے رہنے والو کا
 ہجوم ہے مے لاشہ پہ ہنسنے والوں کا
 یہ قصد تیرے کوچے کے رہنے والو کا
 میں جانتا ہوں اثر ہے یہ میرے نالو کا

کچھ اور بڑھ گئی ہے تیرگی شامِ فراق !
 کہیں کے بھی نہ رہیں گے جو لوگ جیتے ہیں
 ہوا ہے مجھ کو تصور کیس کے بالوں کا
 حضور غم نہ کریں آپ مرنے والوں کا
 مرے کلیجے کے ٹکڑوں کو گن تو لیں جاوید
 بڑا کلیجہ ہے نادک لگانے والوں کا

اے بے خودی شوقِ کلیجہ الٹ گیا
 اب رحم بھی ستم ہے ذرا یہ رہے نیا
 یہ کون تھا جو آ کے گلے سے لپٹ گیا
 کیوں ہاتھ روکتے ہو گلا نصف گٹ گیا
 پیرودہ جو رخ پہ رنگ کا تھا وہ بھی گیا
 اب یہ کہیں کہ خود ہی کلیجہ الٹ گیا
 جلوہ دکھ کے بیٹنا تھا جس کو ہٹ گیا
 شاید قریب سے کوئی پردے سے ہٹ گیا
 سینہ سے ان کا ہاتھ کئی بار ہٹ گیا

جاوید زندہ کی ہیں موت کا ملا
 غم کے جانے سے فزوں میں مرے غم ہو گا
 دیکھ لو آئینوں کی چال میں بیتابی ہے
 چپ رہوں گا تو ستائے گا مجھے دل میرا
 تیری محفل میں عبثِ غیر پہ لے جانے میں شک
 گردنیں ایسے تواضع ہی سوکھ جاتی
 صورتِ شمع ہے چلنے سے بقائے عاشق
 جگر و دل پہ اگر چوٹ سی پڑتی ہو پڑے
 اپنی آنکھوں کی قسم مجھ سے ابھی سو کہو
 سوزِ غم جن کو ہے ان کو تو نہ دکھلاؤ
 پلٹے وہ راہ سے تو مقدر پلٹ گیا
 اور تڑپوں گا اگر دردِ جگر کم ہو گا
 اب سمجھ لو جو دل زار کا عالم ہو گا
 کچھ کہوں گا تو مزاج آپ کا برہم ہو گا
 جو نکالے سے نہ نکلا وہ مراد م ہو گا
 سر تر اصور شمشیر اگر خم ہو گا
 خود فنا ہو گا اگر دردِ جگر کم ہو گا
 ہاتھ جب تک ہیں سلامت یونہی تم ہو گا
 سرمہ دینے پہ جو ان آنکھوں کا عالم ہو گا
 بعد جلنے کے چراغوں کا جو عالم ہو گا

حال کیا پوچھتے ہو راز سمجھ لو خود ہی
خیر زود جھوٹ سہی کہہ دو کہ ہو گا بھی وصل
غیر کو آج ہی مرنے کا تھا ستم ہے یہ بھی
چہرہ کہہ دے گا اگر درد جگر کم ہو گا
کیا کہوں اتنے سہا پہ جو عالم ہو گا
کیا انھیں ہند میں لگوں گھوں نہ تم ہو گا

جب نہ بے مانی میں جاوید کرے گا کوئی بات

دل کے جانے کا مجھے اور بھی کچھ غم ہو گا

مر کے تربت ہوا وصل میرا اپنا
ٹھونڈے پھرتے ہیں رگ انکا نرانی مثال
پتہ نہ ہو میرے تیرے لئے جا رہی غار
اس کے کوچہ سے تنہا نہ رہے گا کوئی
نا امیدی کی دلیل اب تو ہے لفظ امید
اس کے کوچہ میں ادھر ہے تو کبھی در ادھر
ہم جو محروم رہے وصل سے شکوہ کس کے
اس ادا پر بھی ہزاروں کے گلے گتے ہیں
صبح بھی ہو گئی لیکن شب وعدہ وہ نہ آئے
دوسری رات کی بھی صبح ہوئی کوچے میں
کوچہ یار میں تھا نقش قدم کا یہ حال
سخت جانوں میں گلا ایک کا بھی کٹ نہ سکا
بند آنکھیں جو کھلیں چھ لیا گھر اپنا
خاک میں مل گیا جسے تنہا غراپنا
تھنا نہ یوں چین چین پہلے تو بستر اپنا
آج ہم اٹھتے ہیں کل اٹھے کا بستر اپنا
اڑ گیا کے خط شوق لبو تر اپنا
اک جگہ پر کبھی رہتا نہیں بستر اپنا
خود ہی کچھ سوچنے لیتے ہیں مقدمہ اپنا
تم ذرا ہنس کے فقط دیکھ لو خنجر اپنا
شوق میں ان کے بچھائے رہے بستر اپنا
ہم اسی طرح پیٹا کے بستر اپنا
مٹ گئے پر نہ اٹھایا کبھی بستر اپنا
رہنے ہی دیجئے بس آج سے خنجر اپنا

بڑی محفل میں انھیں لوگوں میں جاوید بھی ہے

آئے ہیں ہاتھ پہ رکھے ہوئے جو سر اپنا

سو حسینوں کے ہیں ہاتھ ایک ہر دامن میرا
پھر زمانے میں نہ ہوتا کوئی دشمن میرا

حشر کے روز بھی ہر ایک ہی دشمن میرا
مختصر یہ ہے کہ تم دوست نہ ہو جو مرے

آج ٹھکرا کے جو آئے ہیں وہ مدفن میرا
دفعۂ دیکھ نہ لینا کہیں مدفن میرا
کہ ضرور آئے گا ہنستا ہوا دشمن میرا
پوچھتا ہے نہ کوئی دوست نہ دشمن میرا
خواب سے چونک پڑا سبزہ مدفن میرا

ٹوٹے پڑتے ہیں رقیب ان قدم پر باہم
کم سنی سے مجھے سوج کے دہم آئے ہیں
اس لئے بعد فنا ڈھانپ لیا ہے منہ کو
ہجر کی رات کو وہ اور نہ بیند آئی کہ
کس ادا سے یہ رکھا پاؤں کسی سرزم

سرور آہیں نہ بھریں دوست مرے اے جاوید
جل چلے جب کہ چراغ سر مدفن میرا

خدا اب منہ نہ دکھلا شب تار جدائی کا
ہماری طرح سے کشتہ نہ ہو کوئی جدائی کا
نہ دیکھا روشنی نے منہ کبھی شام جدائی کا
کسی نے نام بھولے لیا تھا بیوفائی کا
کسی کم نبت پر پیدا جو دن گزرا جدائی کا
یقینی آج پھر سامنا شام جدائی کا
یہاں بھی سامنا کیا ہے اسے شام جدائی کا

ہوا اب میں بھی تل اپنی قسمت کی برائی کا
لحد میں آئے ہیں لیکن کہیں ہم ہیں کہیں دل ہے
اندھیرے کیا اندھیرا ایسا بڑھ کے عالم میں
نہ روئیں جو مرے غم میں وہ آنکھیں آج نیم ہیں
اجل کی سختیوں کا ذکر سن کر کچھ ہنسی آئی
ذرا دن چرائیوں کو جلا لوں گے تو بہتر ہے
اندھیرا بڑھ رہا ہے سر کوٹھوے میری تربت میں

ستانے سے کسی کے چین اے جاوید ملتا ہے
کروں گا بھول کر شکوہ نہ اس کی بیوفائی کا

ہوں ہا ہو کے حقیقت میں گرفتار یہ کیا
سوئے جاتے ہیں تیرے ہجر کے بیمار یہ کیا
جان لینے کو اجل آتی ہے اک بار یہ کیا
درد کو ڈھونڈھتے ہیں خود تیرے بیمار یہ کیا
گر کے بستر سے نہ اٹھتے تیرے بیمار یہ کیا

یا غبان اب بھی نہ دیکھو وہ سو گلزار یہ کیا
مر کے وہ سہل ہو جو تھا ابھی دشوار یہ کیا
آخرا ب کیا کریں ہر روز کے مرنے والے
کچھ مزا ایسا ہی اسمیں کہ تڑپ جاتے ہیں
نقش پا تھے نہ یہ آنسو تھے آنسوؤں کے عکس

کیا تڑپنا میرا دیکھا نہیں جاتا جاوید
برق گرتی ہے تڑپ کر سردیوار یہ کیا

وہ بھی گریاں صورت شنیم رہا
ہاتھ رکھے تھامے سینے پہ کون
میرے مرجانے کا برسوں غم رہا
رات کو کچھ درد دل کا کم رہا
بڑھ رہی ہے ہربانی یار کی
میرے مرجانے میں عرصہ کم رہا
دیکھ لینا آج مرجائیں گے ہم
گرنے لگا ہوں کا یہی عالم رہا

آئی کب جاوید ملنے کو اجل
آج شاید درد دل میں کم رہا

تڑپ کے سامنے جب کوئی نامراد آیا !
میں دل کو ڈھونڈھ رہا ہوں میا کچھ لحد
زمانہ اپنی محبت کا ہم کو یاد آیا
کہاں پہ بھول گیا تھا کہاں پہ یاد آیا
میاں حشر ہے کیوں نہ سر جھکائے ہوئے
مری لحد کی خموشی نے جیبا نہ جوا
مقام شکر ہے اے ناامیدی لزار
مجھے تھے وہم ہزار و کسی کے بچپن سے
میں کہہ رہا ہوں کہ کچھ آپ کو یاد آیا
مجھے تو نیم تنہم انھیں کا یاد آیا
خرام ناز ستم گرہ کا ہم کو یاد آیا
سماں وصال کی شب کا کسی کو یاد آیا
خدا بتوں کے ستارے سے مجھ کو یاد آیا

یہ کس طریق سے کلیاں کھلیں میا چمن
لحد کو ٹھو کریں ماریں نہ ساکنہ چمن
ہوانے شام سے کیوں گل کے چراغ لحد
نواب ہو گیا آخر میں ہر گستاہ مرا

نہ فن شعر سے مدت سے کام تھا جاوید
گئے شباب کی مانند آج یاد آیا

زمانہ یاد ہے اس بی وفا کا خواب ایسا
 میں جانتا ہوں کسی کا نہیں شباب ایسا
 ہمیں تو شب کو میسر نہیں ہے خواب ایسا
 مے سوال کا کیوں دیکھے جواب ایسا
 سکوت کر کے کوئی دے دے جواب ایسا
 لکھا ہے اس خط شوق کا جواب ایسا
 ہمارے دل کو نہ پہلے تھا اضطراب ایسا
 خدا کسی کو نہ عالم میں دے شباب ایسا
 ہزار بار ہوا ہوگا اضطراب ایسا
 کسی نے آنکھ سے دیکھا نہ ہوگا خواب ایسا
 ستم تو ہے یہی تم ایسے اور شباب ایسا
 حضور آج تو لکھ دیکھے جواب ایسا
 امید قطع ہو دیدیکھے جواب ایسا
 یہ خوش بھرا ہے ملا ہے کوئی خواب ایسا
 علی کا تابع فرماں ہے آفتاب ایسا

لوگ کہتے ہیں چلو صدقہ گیا
 دیکھ کے تصویر کو پیارا گیا
 موت کا ہنگام شاید آ گیا
 رحم کچھ آنے کو ہے کچھ آ گیا
 حال کہتے کہتے دم گھبرا گیا
 راز دل آخر زباں پر آ گیا
 چلتے چلتے دم لبوں پر آ گیا

جہاں میں کوئی نہ معشوق تھا شباب ایسا
 نہ بار بار سر نہزم آئینہ دیکھو !
 ہے محو خواب گراں دن کو سبزہ گلشن !
 امید وصل ہو یا یوس ہو کیوں خست !
 پس فنا وہ پکارا کہ نہ ہم بولے !
 خیال ہے خط تقدیر پر پڑھو کیونکر !
 انھوں نے دیکھے تسلی یہ کیا لے ہجر !
 قدم قدم پہ ترے پس رہے ہیں دل سب کے
 اب ایک نزع کی اکھن سے کیا میں گھبرو
 عجب مئے کی مجھے نیند آئی وصل کی شب
 نظر سے ایک کی اب ایک کو بجائے خدا
 یہ نامہ بر نے کہا پھر نہ مجھ کو زحمت ہو
 فقر پھر در دولت پہ کس لئے بیٹھیں
 پکارتی ہے یہ قاصد کی شوخی رفتار
 یہ الٹے پاؤں پھرا کچھ سناے جاوے

دل گیا گر پاس سے تو کیا گیا !
 اس قدر چپ نہ دیکھا کبھی
 بھٹکا ہوا آج نامہ سوئے دوست
 ہے ابھی بچیں گلا کا پس گیا
 دے لوں خود ہی کچھ تسلی کے خوا
 شیشہ کے سطر عا شق بھی تھے
 دور تھا تربت سے بھی صحر ا حشر

اور الجھن نزع میں دلی بڑھی
بات کھوئی عشق کی واہ کلیم
پاس لے جاوید کوئی بھی تھا

جب رگیں کھینچنے لگیں گھبرا گیا
جس کی صورت دیکھ لی غش گیا
زنگ سے چہرے پہ کب بھڑا گیا

کہتا ہوں کہ حال دل مضطر نہ کہوں گا
دھمکاتے ہیں مجھ کو کہ وہاں بھی ملوگا
چہرے کی مرے پاس ذرا دیکھتے رہنا
افسانہ ماتم مرے مرنے سے ہوا ختم
مرنے پہ بھی یہ مرے سینے پہ ہونگے
کچھ یاد نے غیروں کی دیئے ہیں اسے ہونگے

قسمت جو بگڑ جائے تو کیونکر نہ کہوں گا
اب انکو کبھی فتنہ محشر نہ کہوں گا
امید پہ حال دل مضطر نہ کہوں گا
اتنا تو کہوں گا جو بڑھا کر نہ کہوں گا
یوں کہنے کو حال دل مضطر نہ کہوں گا
دل کو کبھی اللہ کا میں گھر نہ کہوں گا

افسانہ ماتم کی گرا نقد رہیں لفظیں

اکبار یہ سن لو کہ مکر نہ کہوں گا

دل کے پہلو میں گہرا زخم ان کے تیر کا !
ستمحیں جھپتی ہیں وہ گھبراتے ہیں چھپتے ہیں

دید کے قابل ہوا اب ایک رخ تصویری کا

دم نکلنے کو ہے پھر شاید کسی دلگیر کا

دل کی سب ٹوٹی رگیں جاوید اب ہیں گواہ

دم بڑی مشکل سے نکلا تھا کسی دلگیر کا

عاشق کو ترے جی سے گزرنا نہیں آتا

پرسش پہ مرخون کی کیا ہوگا دم حشر

تصویر میری دیکھ کے فرماتے ہیں اکثر

شہرگ کے قرین ہاتھ نہ آتا ہے نہ خنجر

جاوید کا دل طعن سے ٹوڑو نہ سرزم

ہم خود بھی تو قاتل ہیں کہ مرنا نہیں آتا

۔۔۔۔۔

تھا جس سے مجھے کام دی کام نہ آیا
 سچ ہے کہ مصیبت میں کوئی کام نہ آیا
 لب پر مرے اس وقت ترانہ نہ آیا
 کمبخت کو مرنے پہ بھی آرام نہ آیا
 اب کون کہے یہ کہ کوئی کام نہ آیا

وعدہ تو کیا تھا پہ سرشام نہ آیا
 دل پھر کے نہ آیا نہ اجل آئی نہ آئے
 اک وہم نیا لیکے زمانے میں جاتا
 تربت میں تڑپتا ہوں ہوں تو فرما ہیں ہنر
 ہاتھ ان کے اکچھتے ہیں گلا کٹ نہیں سکتا

سب رات کٹی جا گئی ہی جا گئے آخر

جاوید وہاں سے کوئی پیغام نہ آیا

کون وہ دن تھے اپنی قسمت پر مجھے جانا تھا
 دل ہر اک کار لیا جیسا جہاں پایا محل
 کھلتی کلینوں کا تبسم دیکھ کر یاد آ گیا
 نہ لڑے آ کے کیوں تربت میں دیتے ہیں خبر
 الوداع اے حسرت پر داز اب اڑنا کہاں
 کھٹی پری شیشے میں یاد دل میں کسی کا ناز تھا
 وہ کہیں جلوہ کہیں آواز ہی آواز تھا
 ایک ظالم کے بھی ہنسنے کا یہی انداز تھا
 اس سے واقف ہوں جو تیری چا کا انداز تھا
 یہ وہی پہلے کٹے طاقت یہ جن کی ناز تھا

کس کی قسمت جا گئی ہے کچھ بتاے بخودی

کون کے گھر میں شب کو محو خواب ناز تھا

آئینے کی عادت ہے کہ منہ دیکھ لے سب کا

اب یہی نظر میں یہی موقع ہے طلب کا

جو عاشق رفتار تھا وہ مر گیا کب کا

مرکز بھی نہ بھولے گا مزہ بزم طرب کا

یاد آ گیا انداز تری شوخی لب کا

اک بھر کی شب کا ہے تو اک صل کی شب کا

معلوم ہوا بس کہ ہے انداز غضب کا

کیوں ناز ہے اس پر کہ ہے انداز غضب کا

دل کو مرے کہتے ہیں برا آج سرسبز

محشر میں قدم کیوں نہیں رکھتے ہو میں پر

گہرا کبھی پردہ کئے وہ سامنے آنا

کیوں برق مرے سامنے تڑپی سرگردوں

یہ بات نئی ہے کہ ہیں دو داغ جگر میں

بس بس نہ چلو یوں کہ اٹتا ہے زمانہ

پیلے کی محبت کا نطر میں نہیں جلوہ افسردہ وہ مدت ہے جو داغ ہر جگہ کا

پیلے میں نہ اب دل ہے نہ اکھوت ہر قابو
جہادید تمھیں کیوں یہ خیال آگیا ملک

۔۔۔۔۔

اب وہ شراب زورِ مقدر سے مانگ لے توبہ کے بعد ساقی کوثر سے مانگ لے

پھر شوق سے رگوں میں لہو دوڑنے لگے دو گز زمین کو چہ دلبر سے مانگ لے
سرخ پی اپنی خونِ جگر کو ہے نازاگر شوخی نگاہِ چشمِ نسوں گریہ مانگ لے

جہادید برق کو جو تڑپے کا شوق ہے !

کچھ بقیاریاں دلِ مضطر سے مانگ لے

چمک کے سامنے جب آفتاب آئیگا ہمارے داغِ جگر سے حجاب آئیگا

اسی امید پہ خط آن کو اور نگھونگا کبھی کسی نہ کسی کا جواب آئیگا

ہٹا دے کوئی کفن بھی ہمارے چہرے کے سنا ہے قبر پہ وہ بے نقاب آئیگا

یہ بچنے کی ہے تصویر اس کو رہ دو ہنسیں گے وہ بھی جوان پر شب آئیگا

ہزاروں حشر کے دن ساتھ ڈولتے ہیں مجھے نہ جبرم گنہ سے حجاب آئے گا

نگاہِ تندے توڑا ہے دل تو کیا نقصا پہن کے جامہ نو پھر حباب آئے گا

یہ اور بات کہ ہم کو ہو دید کا شکوہ میان حشر تو وہ بے نقاب آئے گا

گواہ اس پہ ہیں دونوں کھلی ہوئی آنکھیں فنا کے بعد بھی مجھے کو نہ خواب آئے گا

تمام عمر کی عادت ہو چھٹا نہیں سکتی مجھے لمحہ میں بھی مشکل سے خواب آئیگا

میں ایک رات جو سویا تو عمر بھر دیا تمہارے سر کی قسم اب نہ خواب آئیگا

ادھر لبوں پہ دم آیا ادھر آنکھیں گئیں ادھر اب مے خط کا جواب آئیگا

بلاکشان محبت کا حال مرگ نہ چھپے جو بند آئیگا سب کی وہ خواب آئیگا

کسی کا شباب آئیگا

دل و جگر مرے کھچ کھچ کے لب آنے لگے

پھر انتظار ہے قاصد کا کس لئے جاوید
لکھا ہے بخت میں جو وہ جواب آئیگا

کس نے دنیا سے انتقال کیا
آپ نے کیوں مجھے حلال کیا
کس چھری سے مجھے حلال کیا
اس نے لاشہ بھی پائمال کیا

غیر کیوں آج اس نے حال کیا
دست نازک میں درد ہرنے لگا
سر نہ دے کر نگاہ تہہ چھی کی
اب تو دل میں نہیں کوئی حسرت

کون بٹرا نظیر ہے جاوید
کچھ کو خالق نے بالکمال کیا

دل ہاتھ سے گیا تھا کہاں اور کہاں ملا
منزل پہ بھی پہنچ کے نہ یہ کارواں ملا
سو سو جگہ یہ یوسف بے کارواں ملا
کم کم کہیں یہ بو تو کہیں پڑھواں ملا
مانند آئینہ نہ کوئی ہسرباں ملا
دامن جب بہار کے دست خزاں ملا
جب خاک میں غبار رہ کارواں ملا
خوش ہو گیا جو پھر سے دل ناواں ملا
گلشن میں جس طرف کو مجھے آشیان ملا
ہم کو نئی زمین نیا آسمان ملا
پھولوں پہ بلبلوں کے لہو کا نشاں ملا
رستے میں حسرتوں کا بھی اک کارواں ملا

کچھ ذرے خاک سے اسکا نشاں ملا
دامن پہ آفسوؤں کا ہمیں کب کشاں ملا
اس نقش پا کے ساتھ دل ناواں ملا
یوں کچھ جیلے ہوئے مرے دل کا نشاں ملا
منہ پر وہ کہہ دیا مرے چہرے کا تھا جو رنگ
رکھے تڑپ کے میں نے کلیجے پہ دونوں ہاتھ
حسرت بھری نگاہ دیکھا سوئے جہاں
سمجھا کہ مثل نبض رہا ساتھ عمر بھر
بجلی تڑپ تڑپ کے اسی سمت جو گری
ستف لحد کو دل کے مردہ ہوا ہر دل
سرخ نے ان کی آگ لگا دی جہاں میں
تہنا چلا تھا میں ترے کوچے کی سیر کو

ٹکڑا الگ جو دل سی ہوا وہ کہاں ملا
آنسو ٹپک پڑے جو دل نیم جان ملا
تھوڑا ہوا یہاں یہ ملا کچھ وہاں ملا

جاوید جاہلوں سے کسے بحث کا داغ
کچھ اس سے بات کی جو کوئی ہنریاں ملا

مجموعہ خیال پریشان کیوں نہ ہو !
پہچانے میں بھی مجھے وقت بہت ہی
نکلے دل و جگر سے جو ناوک تو سرخ

جو ارادہ تھا کر گزرنے لگا
اس کو کچھ دیر تو ہٹنا تھا
دم کو کچھ دیر تو ہٹنا تھا
دل کو مرنے سے پہلے مڑنا تھا
دن میں سو بار جس کو مڑنا تھا
دل مضطر کو کچھ ہٹنا تھا

منہ اٹھا کر کدھر چلے جاوید !
اسی دروازے پر ہٹنا تھا

تصویر اپنی دیکھ کے چہرہ اتر گیا
آباد جس کے دم سی یہ گھر تھا وہ مر گیا
کیا جلد زندگی کا زمانہ گزر گیا
تم نے تو پھول چن لئے دامن تو پھر گیا
وہ مضطرب ہوئے جو مراد دل ہٹ گیا
کوئی اسیر قید میں گھٹ گھٹ کے مر گیا
کیا بات تھی کہ خواب باتیں وہ کر گیا
مڑنا کسنی کا آج اترے دل پہ کر گیا

ان کو جی بھر کے پیار کرنا تھا !
ادھر آئی اُدھر گئی شب وصل !
وہ اگر آئے تھے سر بالیں !
اپنی حسرت کہ لاش اٹھانے وہ آئے
اس کی ہمت یہ آفریں کہیے
ہاتھ سینہ پہ ان کا تھم جاتا

تیرا وہ اے شباب زمانہ کدھر گیا
سر کھولے پھر رہی ہے ادا سی ہر ایک
آنکھوں کے بند ہوتے ہی راہ غم ملی
میری بہار قبر خزاں ہو گئی تو کیا
کبکھت اس طرح بھی نہ آیا تجھے قرار
زندہاں کے روزوں پہ ادا سی سی چھاہٹی
یوں جب ملا خموش تھا تصویر کی طرح
منت کے طوق اتار رہے ہیں گلے سرو

جاوید روزِ حشر مجھے کچھ الم نہیں

اتنے دنوں میں خم کیلے کا بھر گیا

مٹھیں انصاف دیکھو کدل کتنا تھا

کہاں بچا ہے آواز میر چال گریباں کا

کرے کس ہنر سے اب شکوہ کوئی اس وقت جا

نظر کے سامنے کھم آئیگا تختہ گلستاں کا

نہ دیکھا ہم نے دل ملتے ہو اس طرح انساں کا

میں سمجھا یہ کہ طماز خم کا میر کوئی ٹانکا

کبھی چھوٹا کوئی پھٹا ہا کبھی ٹوٹا کوئی ٹانکا

مزاج اب آج سے کچھ اور اسوجانکا

کبھی اٹھا کبھی بیٹھا غبارِ انوسیاں کا

نہیں معلوم کیا ہوتا تھا پھا داغ سوزاں کا

مائل اچھا نظر آتا نہیں مجبوسِ ننداں کا

خدا شاہِ غزل دم بھر میں لے جاوید کہہ ڈالی

ہوا تھا حکم مجھ کو ایک مشاقِ سخنِ خداں کا

نقشہ کھینچا ہوا ہے مرے اضطراب کا

اک وقت تھا سکون کا ایک اضطراب کا

جانا وہ بچپن کا وہ آنا شباب کا

باقی ہے ایک تار بھی جیک نقاب کا

شاید چھلک گیا کہیں ساغرِ شراب کا

موقع نہ رحم کا نہ محل ہے عتاب کا

کچھ آنسو لیکے ہمراہ کچھ حصہ تھا پیکا کا

گلوں نے باغِ عالم میں گریباں اپنے پھاڑیں

بنی تھی رہنڈریں قبر کیوں پا مال ہونے کو

وہ بلبل ہوں مشقِ تصور پر بھی غوہ ہے

میں جتنے دانہ تبیح سب پہلو بدلے ہیں

اداسی چارہ گر کے منہ پہ جب تپتے ہوئے دھبی

پڑے ہیں جب زخمِ داغ دل میں اک تیاہ

گلے سے خود لگایا دیر تک اگھتی جوانی نے

نہ ہم سنا یا شکستہ اور سرگشتہ کوئی گزرا

لگا جاتا تھا آکر چارہ گر سوبار دن بھر

کنجی قید اس کو قبر گر چھوٹا اسیری سے

چین برچین شکن ہے بستر بھی خواب کا

آنا وہ ان کا شام کو جانا وہ صبح کو

وہ دل کے دلوے وہ خود اپنی نظر کا خوف

کچھ دل یہ کہہ رہا ہے کہ ترسیں گے ہم یوں

دامن پہ خود مرے آنسو ٹپک پڑے

آخر وہ آ کے اب مرے لاشہ پہ کیا کریں

تصویر آج ہم نے جوانی کی دیکھ لی !

میلوس نامہ پر بھی پھرا کوئی یار سے

ہے جن کو درد غیر کے غم میں شریک ہیں

ہو گل سیاہ خانہ عاشق کا حال کیا

کہتا ہے نامہ پر مجھے تکلیف پھر نہ ہو

کیوں ٹھوکر میں کسی کی لحد کو لگائیے

کھولی گئی نہ آنکھ تصویر کے میں شا !

مستوں کے دل کا خون بھی اس میں یک ہے

مطلب یہ ہے کہ ہونہ چھلکنے بھی خبر !

سوئے ہیں جس سے روٹھ کے ہیں اسکی سمت ہاتھ

اس وقت درد اٹھا ہے یہ ہر شکر کا مقام

جی بھر آج دیکھ لوں صورت تو آپ کی

ایسا نہ ہو کہ آئے مجھے ہوش ان کو غش

جاوید کیا کرے یہ گنبد سے آنکھ چار

ذرہ ہے آفتاب درِ بو تراب کا

دل افسردہ کا ارمان نکلنے نہ دیا !

نہ وہ ہم تھے نہ طبیعت نہ وہ دل نہ مزاج

ایک تھا یہ رہیں ہم یہ بہت مشکل ہے

مسکرائے کی اداسی نے ستم کر دیکھی

گر منسی آئی تھی کم کم تو قیامت کیا تھی

دل کے کچھ آبلے اس وقت بڑھے جاتے ہیں

پیری میں کام آگیا کھینا شباب کا

رفتار ہی سے حال کھلا ہے جواب کا

تڑپی جو موج ٹوٹ گیا دل حباب کا

جب شام کو کچھ گا چراغ آفتاب کا

امیدوار آج ہوں ایسے جواب کا

معلوم ہے کہ آگیا موسم شباب کا

انداز دیکھ کر کسی ظالم کے خواب کا

بہتا ہے میکدے سے جو دریا شراب کا

پیتا ہوں منہ کو پھیر کے سر غنیمت کا

انداز ہی جدا ہے حسینوں کے خواب کا

جب رکھ چکا تھا ہاتھ سے ساغ شراب کا

جب ذبح ہو رہا ہو تو در کیا عتاب کا

نازک بھی ہیں لئے بھی ہیں شیشہ گلا کا

جس طرح چاہئے تھا شمع کو جلنے نہ دیا

عجب محفل نے تو زانو بھی بدلنے نہ دیا

دل کی بیتابیوں نے جی بھی پہلنے نہ دیا

جان لے لے کے مرادم بھی نکلنے نہ دیا

کھلتی کلیوں کا بھی ارمان نکلنے نہ دیا

کوئی آنسو میری آنکھوں سے نکلنے نہ دیا

بچپنا ہے کہ جوانی ہے بتا دیتی ہو حال
آپ کے ظلم نہ دیکھے کہ چلا دنیا سے
کس نے تربت پہ مری انکو پہلے دنیا
میں نے بھی آپ کا ارمان نہ نکلنے دیا

باغیاں پھول بھی دو چار نہ لایا جاوید
دل اسیروں کا قفس میں بھی پہلے نہ دیا

ہے بند زباں تیر کی یہ حال ہے ڈر کا
پیکاں کے جلا دینے کے قابل ہی دو تھے
وہ جائیں تو ہو وضع میں عالم کی تعمیر
سو رنگ بھرے دیتا ہے تصویر میں پیہم
سینے میں سفیدی بھی سیاہی بھی ہر کم
وہ گھر کی ادا سی وہ نگاہوں کا ظلام
مانے ہوئے لوہا ہے مرے زخم جگر کا
یہ آگ مرے دل کی تھی یا خون جگر کا
پہلے مرے چہرے اڑے رنگ سحر کا
کیا ڈر ہے مصور کو مرے دیدہ تر کا
اک داغ شب بھر کا ہے ایک سحر کا
جانا وہ ترا پاس سے آنا وہ سحر کا

دونوں کے ماتھے پہ کچھ کم کم لپینہ ایک تھا
حضرت قارون مال حرص دنیا ہے فنا
غرق دریا ئے خجالت جو ہوا تھا لاکھ با
خود بخود آنکھیں پھری جاتی ہیں دروازے کی سمت
دیکھی تربت کی سیاہی اور شب فرقت کی کھجی

جب مگر روتے سے سو گھٹی ہوا جاوید نشہ

کیا مزا ہے دیکھ لینا اور پینا ایک تھا

بعد فراق سامنا ہو گا وصال کا
آخر میں پھر وہی ہے نتیجہ ملال کا
جو موج ہے چری ہے مردل کے واسطے
دنیا کی اک خوشی ہے نتیجہ ملال کا
اک داغ ہے فراق کا اک ہے صال کا
رکتا نہیں کسی سے بھی دریا خیال کا

بنضیں بھی رک کے رہ گئی ہیں صورتِ نفس

بیکار اے کلیم تھا اظہارِ شوق دید

وہ آئے میرے لاشہ پہ اللہ رے بچپنا

آنکھوں سے وہ نہیں ہیں مگر سنا بھی ہیں

تم پاس سے ہٹو مجھے سو طرح کے ہیں دم

میں تو شکونِ بد پہ نظر کر کے رہ گیا

جاوید خاک اڑ رہی ہے دلیں ہر طرف

آئینہ آج کل ہے مگر خیال کا

واں خوشی یہ کہ اشادوں میں بھی شکوہ نہ ہوا

دم گھٹا قبر ہوئی بند کبھی شمع لحد

دیکھ پایا کہیں جنوں نے کہ جو ساتھ رہا

مکیسی دل مردہ پر نہ کیوں کر دوں

حسن بھی آپ کے چھینے کی ادا بھی کبھی

داغِ فرقت کو کلیجے سے نہ کیوں لپٹاؤں

کچھ نئی طرح سے ٹوٹا ہوا دل جوڑ لیا

جان اے حضرت جاوید غبتِ دمی تم نے

کوئی یوں حسنِ دل افروز پہ شیدانہ ہوا

اب کوئی دل میں داغ بھی نہ رہا :

ہر طرف کو خزاں کا دخل ہوا

رات کو خیر تھا کوئی دل سوز

داغِ دل پر مجھے ہوا اک ناز

اب ہے قریب وقت مرے انتقال کا !

اچھا ملا جواب تمہارے سوال کا

ہر اک سے پوچھتے ہیں سب انتقال کا

دکھلاتا ہے ہلالِ تصورِ ہلال کا

دم ہے جوان کا اور ہے وقت انتقال کا

مجھ سے جلا چراغ نہ شام وصال کا

یاں یہ ہے درد کہ اظہارِ تمنا نہ ہوا

بے خبر آپ رہے اور یہاں کیا کیا نہ ہوا

میں سمجھتا ہوں کہ سلی سے بھی پردہ نہ ہوا

موت وہ موت ہے جس کا کوئی چرچانہ ہوا

جس طرح چاہتے تھے آپ سے پردہ نہ ہوا

یہ وہ غم تھا جو نصیبِ دل اعدا نہ ہوا

وہ گرہ غم کی بنا راز جو افشا نہ ہوا

قابلِ سیرِ باغ بھی نہ رہا :

دل مرا یا غِ باغ بھی نہ رہا

صبح کو وہ چسوا غ بھی نہ رہا

جب لحد پر چسوا غ بھی نہ رہا

جس جگہ پر مگر تھی برق جمال
وہاں روشن چراغ بھی نہ رہا
شعر پہلے سے کیا کہیں جاوید

اب وہ خالی دماغ بھی نہ رہا

دل سوزان عاشق محزون رنگ وفا ہوگا
چلے تھے درد کو سن کر تھے یہ کہے رستہ میں
یہ اک بوسے پہ اتنی بخت یہ زیبا نہیں تم کو
چھڑی تھیں سن کی بخش ادھر نڈ اور ادھر
اندھیر گھر کی کچھ پر وا نہیں ہے سرہ تھو کو
مروت کی تو صورت بھی نہیں تھی ان آنکھوں
تماشا جانکنی کا کیوں نہ دیکھا دیکھ لو لیتے
تم آؤ دیکھنے والا نہیں کوئی سرمد فن
ابھی تو آگ سینے میں کہیں کم ہو کہیں زائد
بھمک اٹھی جو میرے زخم دلیں کیا قیامت
ہمیں سے پوچھ لو کیسے ہو تم اور سن کیسا ہے
غم فرقت کا کیا شکوہ قیامت آنوالی ہے

یہی جاوید بہتر ہے کہ اب تو بہ سے کر توبہ

وہی چھپ کر ہے گامے جو تجھ سا پار ہوگا

کیا کیوں چاک سینہ دل تھا پہلوں کہا میرا
سحر کے ہوتے ہی بدلا ہوا ہے کچھ مکان میرا
میں کر لوں امتحاں ان کا وہ کر لیں امتحاں میرا

ہزاروں بار تم تو مگر چکے تھے امتحاں میرا
نہ کم چاندنی ہے اب نہ تارے ہیں روتی
اٹھائیں دست نازک سے وہ خچر ذبح ہوتا ہوا

خدا محفوظ رکھے سینکڑے سواں آتے ہیں !
 ستارے جھللاتے ہیں تو شمعیں بجھتی جاتی ہیں
 درجاناں پر اگر حسرتیں بھی گھنٹی لگھی
 چراغِ عالم افروزِ جوانی تجھ گیا شاید
 کہیں ایسا نہ ہو مر جاؤں میں حسرت ہی حسرت
 تڑپ کر برق کرنے کی ادا خود مجھ سے کہتی ہے
 ادھر بچھے پہر کی چاندنی نے خود کفن لینا
 گری بجلی تو میں نے آسمان کو یاس سے دکھا

نہ سنس سنس کر وہ بھین خمِ قلب خوشچکان میرا
 سحر کے پہلے گھر جانے کو ہے کیا کارواں میرا
 پہنچ کر آج منزل پر ٹٹا ہے کارواں میرا
 لحد سے کم نہیں ہے بڑھ چکے ایساں میرا
 جولینا ہے تولے لے رہے پہلے امتی میرا
 دھواں اٹھنے سے پہلے جل چکا تھا آشیان میرا
 ادھر نصرت ہوا گھر سے مرے وہ ہما میرا
 نہیں معلوم میں پہلے جلوں یا آشیاں میرا

جگر میں جو کہ چھتے تھے وہی جاوید کام آئے

الکھ کر رہ گیا کانٹوں میں آخر آشیاں میرا

نہ آئے وہ پس وعدہ تو انتظار رہا
 یہ بالہاب کی حد تھی کہ نہ نکلنے لگی
 بنے ہیں گھر میں نشان اڑیاں گڑنے کے
 مجھے یہ چاہیے دونوں طرح کہ مر جاؤں
 ہیں تنگنائے جہاں کی شکستیں جا سے
 ہر اک کو آج سے مرنے کا ہو گیا اک شو
 گھلی ہوئی مری آنکھیں گواہ ہیں پس مرگ
 بڑھاپے اشک کا دریا ستائے دو بے
 ہنساکے دل کو بہلایا یہ کیا کیا تو نے

حیات کا نہ انھیں کا کچھ اعتبار رہا
 بہت دنوں جو کسی آبلے میں خار رہا
 اسی زمین میں کوئی شب بے قرار رہا
 وہ کیوں رقیب کے ماتم میں سو گوار رہا
 یہ زندگی تھی کہ ہر وقت اک فشار رہا
 وہ اس طرح مرے ماتم میں سو گوار رہا
 کہ عمر بھر ترے آنے کا انتظار رہا
 نہ دل کا اور نہ ان کا کچھ اعتبار رہا
 تسلیوں کا بھی تیری نہ اعتبار رہا

جو کل علیل ہوئے تھے وہ آج بھی گڑ

نہ کوئی زیست کا جاوید اعتبار رہا

روشنی بخش چراغ ید بیضا ہٹا
اب تمہارا نہ یہ ہٹا نہ ہمارا ہٹا
گھٹ کے قطرہ ہوا برہمنے یہ یہ ہٹا
ہاتھ ان کا جو تھا دل بھی ہمارا ہٹا
دیر تک سبامنے کیوں صبح کا ہٹا ہٹا
خیر اچھا یہ ہوا دل نہ ہمارا ہٹا
آج پھر رنگ حنا خون تمنا ہٹا
آج کچھ کل سے اترتا ہوا چہرہ ہٹا
یہ تو آبادیاں برہمنے یہ بھی صحر ہٹا
دم نکلنا نہ ہوا کوئی تماشا ہٹا
خیر کچھ دیر تو مانتھے یہ پسینہ ہٹا
زندگی کا یہی آخر میں سہارا ہٹا
جب کنارے پہ سفینہ نہ ہمارا ہٹا

خال رخ بھی فلک حسن کا تارا ہٹا
دل کو واپس جو کیا درد کا مارا ہٹا
گرہ رشتہ انفاس تھا ہر انسوی
دست نازک پہ ہمارے نفس آخر تھا
جھللائی ہوئی شمعوں کو پسینہ آیا
تختہ مشق ستم و جور بنا لیتے وہ
ہندی ملنے پہ دکھائے گئے اغیا کو
جی گئے نزع میں ہم ان سے فقط یہ سنکر
خانہ دل میں اڑی خاک جو ارباب ہٹا
جس کو دیکھو مرے بالیں سے نہیں ہٹتا
مرتے دم اور تو اتنا بھی نہ آیا کوئی کام
مژدہ آمد محبوب و سکوں دل راز
دل وہیں بیٹھ گیا نبض وہیں ڈوب گئی

دل کی بے تابوں پر اگیا روزِ جاوید
مشکلوں سے جو کسی طرف میں پارہ ہٹا

گر دش حشیم سیہ دور ہے پیمانے کا
خون سوکھا ہوا مدت سے ہے پروانے کا
ابھی موقع ہے مرے سر کی قسم کھانے کا
یاد آیا انھیں مرنا کسی دیوانے کا
درد کو سل گیا پہلو مرے تڑپانے کا
ہر ورق صفحہ غم تھا مرے افسانے کا

رنگ اشاروں میں بدل جاتا ہی میخانے کا
دور پہنچا ہے اثر شمع کے جل جانے کا
نزع کے وقت ہو پھر وصل کا وعدہ جھوٹا
ہچکیوں کا جو گماں قفل مینا یہ ہوا
پاس سے تم جو اٹھے رنگ زمانہ بدلا
ابتدا سے ادب آموز جنوں تھا میں تو

نہ تو جینے کا محل اب ہے نہ مرنے کا
دم اکچہ کر کہیں نکلا کسی دیوانے کا
پھر تصور ہوا دل کو کسی ویرانے کا
دم ادھر گھٹ کے نکل جاتا پڑنے کا
ہاں دل زار یہی وقت ہے مرنے کا
سب انداز جدا ہے ترش ترانے کا

ایک ہی دن میں غول بھیجی کہہ کر جاوید
پاس تھا حضرت آزاد کے فرمانے کا

آخر کو درد بڑھ کے مے کام آگیا
ٹکڑا ہر ایک دل کا مے کام آگیا
واں تھم گئے جہاں پہ مرا نام آگیا
تصویر کے بھی چہرے پہ سرخی سی آگئی
سب رفتہ رفتہ دل کا لہو کام آگیا

وہ ادھر آتے ہیں اور موت ادھر آئی ہے
بھتنے زنجیر کے حلقے ہیں وہ پھیدہ ہیں
خونِ ناحق کی وہ بوائی وہ لگے لگی خاک
اس طرف خانہ فانوس میں جل تی ہو شمع
لاش اٹھائیکے وہ اقرار پہ کھاتے ہیں قسم
نیچی نظریں مری تربت سے الگ رہتی ہیں

جان آگئی اجل کا جو پیغام آگیا
رہ رہ گیا ہر ایک جگہ پر خیال دست
سب خط تمام کر چکے پڑھ پڑھ شوق

اس پر پڑ گیا کیا حشم آتش بار کا
ناز سے چل رہا تو گور غریباں میں چل
اپنا بازو آپ ہی چوما و فور شوق میں
رات کو سنا ما بڑھتا ہے ادا سی کھٹیر

شکر وصل و شکوہ ہجر صنم بیکار ہے
سہل ہے دم میں بدل جاتا مزاج یار کا

تھایہ پہلو خوب ان کو بھی سنا کر کہہ دیا
رات کیا آئی تھی بیجان میں جان آگئی

برق تابندہ حال قلب مضطرب کہہ دیا
زلف کا افسانہ کچھ پہلے سے بہتر کہہ دیا

دل سے رخصت ہو گیا خوفِ خیال باز پرس
مسکرا کر حالِ دل کا پیشِ داور کہدیا
راز کوئی زخمِ دل اور نہ غنچے سے چھپا
اس نے ہنسا اس سب سے مسکرا کر کہدیا

یاد تھا پوری طرح افسانہ بھر و وصال
کچھ گھٹا کر کہدیا اور کچھ بڑھا کر کہدیا

زندگی کا مزا نہیں ملتا !
منزلِ آخری ہے قبر مری
بت ملے تو خدا نہیں ملتا
اب کوئی راستہ نہیں ملتا
خوگر ظلم ہو گیا ایسا
مجھ کو لطفِ وفا نہیں ملتا
نگہ یاس سے کسے دیکھوں
دل درد آشنا نہیں ملتا
بات اتنی نہ عمر بھر سمجھے
کیا ملا اور کیا نہیں ملتا

جس کو جاوید اس نے کھویا ہے
اسی دل کا پتہ نہیں ملتا

بے حد زبانِ قید میں جب طول ہو گیا
فرقت کی رات کٹ نہ سکی روزِ خشتِ ک
رونے میں میں وہ ظلم میں مشغول ہو گیا
تھا مختصر بیان مگر طول ہو گیا
سینہ میں آج دل کا کہیں پر پتہ نہیں
بد یہ کسی غریب کا مقبول ہو گیا
دل میری جان لینے پہ مردہ سا ہو گیا
قاتل کبھی جو تھا وہی مقبول ہو گیا
حسرتِ دل و جگر کو ترے کی تھی سپرد
ہر اک اپنے کام میں مشغول ہو گیا
آتے ہیں روزِ قبر غیروں کیساتھ وہ
دستور کے خلاف یہ معمول ہو گیا

جاوید کوئی آپ کے قابل نہیں ہے شعر
جلدی میں ہر غزل کا یہ معمول ہو گیا

ہمو کے آباد اس کی بربادی سا ہو گیا
خانہ دلِ حسرتیں بھلیں تو ویراں ہو گیا
صبح نے دم توڑتے دیکھا ہر کس بیمار کو
میری صورت چاک ان کا بھی گریسا ہو گیا

اب بلائیں رخ کی لنگاؤ لکھ جائیے
 منہ سے یہ نکلا دل زخمی کی یارب خیر ہو
 بستگی دل کی کھوئی تھی گرہ ہر اشک نے
 نصف گردن کاٹ کر کیوں ہاتھ دکا کیا
 تیرگی بخت کو کیوں ساتھ لیکر آئے تھے
 اور پہلے سے سوا تاریک زنداں ہو گیا

وہ حسین دل میں ہے اے جاوید دنیا اور ہے

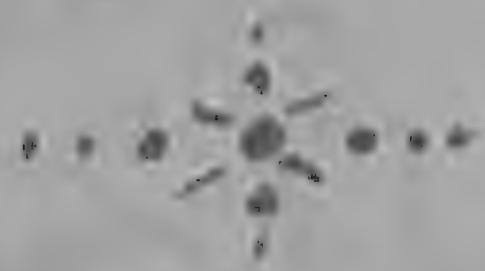
خانہ دل حضرت یوسف کا زنداں ہو گیا

گردش میں آئینہ ہونہ کیوں روزگار کا
 بھڑکی ہوئی تھی سرخ گلوں چین میں آگ
 آئے ہیں لے کے غیر کہ وہ پوچھنے مزاج
 تڑپے گا اب نہ یہ تن بے روح کی طرح
 محشر کی بھی امید پہ بیکار جان دی
 اتنی تو آرزو ہے کبھی یاد کر لیں دست
 سا غرابل ہے ہیں تو شیشوں میں جو ہے
 تم آئے کیا کہ رنگ زمانہ بدل گیا

چلو میں خوں لئے ہوں دل بے قرار کا
 دامن نہ جل گیا ہوں نسیم بہار کا
 کیونکہ کہوں کہ شکر ہے پروردگار کا
 تم نے نکلہ کیا تھا دل بے قرار کا
 کیا اعتبار وعدہ بے اعتبار کا
 شاید کبھی پھر آئے زمانہ بہار کا
 نکلا ہے کھج کے دم جو کسی بادہ خوار کا
 گل ہو گیا چراغ ہمارے مزار کا

تصویر کی رگوں میں لہو دوڑنے لگا

کیا آگیا جہاں میں موسم بہار کا



کیوں مسکرا کے قبر سے وہ نوجوان اٹھا !
 سو جا سے قلب نازک بسبل نہ ٹوٹ جائے
 بیتابیوں کا روکنے والا کوئی نہیں
 پا مال جو قدم سے ہو پھر اس میں دم کہاں
 پس عندلیب سبز گلشن ہے خواب میں
 پروانوں کے جلے ہوئے پہ ہیں ادھر ادھر
 آفت کی مرے خانہ دل میں لگی ہے آگ
 بجلی گری زمین ہوئی شق دھواں اٹھا
 گلشن سے سنس کے بھول شاعری باقی اٹھا
 سینے سے مرے ہاتھ نہ اے ہر باں اٹھا
 کس طرح سے غبار پس کا رواں اٹھا
 نالوں سے اپنے سر پہ نہ اب سماں اٹھا
 کیوں تو سمجھ کے فرشتہ چنگاریاں اٹھا
 شعلے جواٹھ چکے تو غضب کا دھواں اٹھا

جہاں دید کچھ نہ پوچھے اٹھے گھٹا اگر
 دل جن کے جل رہے ہیں وہ سمجھے دھواں اٹھا

قاتل سے مل کے آخر اس اثر نے مارا
 امید کا برا ہو سمجھا کہ آپ آئے
 ہم جس کو عمر سمجھے مدت ہی اس کی کیا
 فرقت کی رات گزری صبح قیامت آئی
 یہ راز بھی کھلے گا سینہ پہ ہاتھ لبا گے
 بچھ ہنسی ہنسی میں درد جگر نے مارا
 بے وجہ شب کو ہل کر زنجیر نے مارا
 اتنا نہ کہنے پائے کس فتنہ کرنے مارا
 اس شب نے پہلے مارا پھر اس سحر مارا
 تم کیوں کہو کہ اس کو درد جگر نے مارا

وہ دل جلائے والا تربت پہ شمع لایا
 لی بھی خبر اسی نے جس نے خبر نے مارا

سپر دامن سے نہیں قلب پہ قابو اپنا
 اور اندھیر نگاہوں میں زمانہ ہو گا !
 بیگسی کہتی ہے رونے پہ بھی رو جاؤں
 دل لہو ہو چکا ہے میں یہ سنے بیٹھا ہوں
 صبح ہوتے ہی نگ آئینہ پر پڑنے لگی !
 غیر کا ہو گیا پہلے جو تھا آنسو اپنا
 سرمہ آنکھوں کا دکھانے کو ہے جادو اپنا
 دلیں رکھ لوں اسے گر جائے جو آنسو اپنا
 اب خدا خیر کرے سرخ ہے آنسو اپنا
 رات بھر آپ بتایا کئے گیسو اپنا

کیوں ستاتے ہو کیا پیر آتش دل ہے دم لو میں خود ہی بد لئے کو ہوں پہلو اپنا

غیر کو مل گیا مضمون نیا لے جاؤید

اپنے دیوان پہ بھی اب نہیں قابو اپنا

پہلے تو اس نے ذبح مجھے بے سبب کیا اب ہاتھ مل رہا ہے کہ یہ کیا غضب کیا

میری بھی بات کھوئی وہ شرما آپ بھی کیوں آئینہ کو دیکھ لیا کیا غضب کیا

باقی مرے گلے کی رگیں رہ گئی ہیں کچھ اب رحم بھی کیا تو مری جاں غضب کیا

کام اپنا اپنا سب کی نگاہوں نے کر لیا اس بچپن کی نیند نے یہ کیا غضب کیا

اتنی بھی میرے سر کی نہ زانوں نے قد کی جتنا کہ آئینہ کا مری جاں ادب کیا

اب دل میں آچلی تھی سکت کچھ جواب کی چپ ہو گئے پکار کے یہ کیا غضب کیا

جاؤید کچھ شنا سے نہ کچھ مدح سے غرض

پڑھ آئے شعر جس نے جہاں پر طلب کیا

ہر کا چاک جگر دیکھ لیا ! نام کا اپنے اثر دیکھ لیا

پھول مرجھا گئے صبح و صلت شرم کا اپنی اثر دیکھ لیا

کچھ دنوں رہ کے مے ضبط کا لڑنے اے درد جگر دیکھ لیا

ہجر کی شب کا نتیجہ ہم نے مر کے ہنگام سحر دیکھ لیا

بس اسی سمت قیامت آئی حشر میں تم نے جدھر دیکھ لیا

اک نقاب ایک جگر نے میرے ان نگاہوں کا اثر دیکھ لیا

مرچا دل تو مجھے موت آئی ! ملک الموت نے گھر دیکھ لیا

لو سنو اور چھپو محفل میں ! ہم نے بھی ایک نظر دیکھ لیا

روئے جاتے ہیں برابر جاؤید

دل کے زخموں کا جگر دیکھ لیا

ردیف (ب)

پایا کہیں نہ تاوک جاناں نے بھی پتہ
 ہے جتنا اس میں جان وہ نذر نگاہ
 میں غدر کر رہا ہوں کہ راحت نہیں
 مجھے سب قرار تک ابھی آئی نہیں اجل
 عاشق کا دم نکلے ہوئے تم بھی دیکھ لو
 صبح شب افاق وہ تاروں کا ڈوبنا
 اک راہ سے خوشی ہو کہ ٹھٹھے ہوا ہے دل
 رکھنے کو ہیں وہ ہاتھ لسی کیواسطے
 داماں دگان عشق کی لی شوق نے خبر
 جاوید لے کے آئینہ صورت دیکھ لو
 جائے کیوں سوز دورنگی سے یہ جا عنذلیب
 رسم و راہ عشق سے کیونکہ کہوں وا نہیں
 جذب عشق گل ادھر صیاد کا دام سطر
 کیوں دم رنگین بیانی ہو نہ اے گلچیں بہا

ردیف (ت)

بدلی ہے ادھر خون تن زار کی صورت
 تقدیر ہنسی اس پہ کہ وصل کا نہ ہوگا
 اس وقت میں دیکھے یہ فقط موت کا دل ہے
 تھے پھول ادھر وصل کی شبنم کا دھوا
 بس ہے وہی سینے میں مے قلب کا نقشا
 جامے سے جو باہر ہیں وہ تلوار کی صورت
 جو ذہن میں آئی ہے وہ بیکار کی صورت
 ہم سے تو نہ دیکھی گئی بیمار کی صورت
 دیکھا کئے سب انکو کبھی بار کی صورت
 ہوتی ہے قفس میں جو گرفتار کی صورت

تم خوش ہو مجھے دیکھ کے مایو ہو سس تو
اس سمت امیدوں کو کیا یاس نے رخصت
کم ہو گی نہ اب آتش فرقت کی حرارت
ہم آگ سے جلتے ہیں گنہگار کی صورت

لے حضرت جاوید عجیب چیز سو یہ عشق

اچھے بھی ہیں تو بھی تو ہے بیمار کی صورت

شانہ کش ہیں غیر اینہ پریش روئے دست
اب قیامت سے خبر کر دو کہ آئے دیکھنے
رات کو میں کر ویں لینے میں تڑپا اور بھی
وصل کی شب کا یہ مطلب ہو کہ جاگو صبح
اس سے کیا پوچھے کوئی جاوید لطف زند
کس شکنجہ میں کھنچی ہے قسمت کیسویں دست
جس قدر بڑ بننے کی حد تھی بڑھ چکے گئے دست
جس طرف دل تھا اسی پہلو سوانی بے دست
سو جاؤ شام سے کتنا یہ زانوے دست
جس کے شانے پر نہ بھرے ہو کبھی کیسویں دست

مراد یف (ط)

بتر غم پہ تڑپ جاتا ہوں
خون دیتی ہیں کلیجے کی رگیں
اب نہ تا حشر کبھی جاگے گا
دل کی آگ آج جگر تک پہنچی
نا تو اں لیتے ہیں کیونکر کر و
دل زخمی کو ہے نشتر کروٹ
سو گیا بخت بدل کر کروٹ
ہم تو پھپھائے بدل کر کروٹ

مراد یف (ث)

نہیں تصویر پر تقدیر کی بیدار کیا با
نگاہ فتنہ زا کو آپ ہی بذنام کرتا ہے
مرے مرنے سے دونوں کا جگر کیا چاک ہو
تصور کیوں ہوا اب دل صد خاک کا مجھ کو
اسے رہتی نہیں ہے عاد فریاد کیا باعث
تھیری لاتا ہے میرے ذبح کو جلا دیا باعث
قفس پر منہ کو رکھ کے رو دیا صیا دیا باعث
جسے بھولے تھے اس کو کر رہے ہیں دیا باعث
دل رہا محو انتظار عبث
کیا وعدے کا اعتبار عبث

آگیا آج اعتبار عبت !
 آپ کرتے ہیں ہوشیار عبت
 دل ہوا پھر سے بے قرار عبت
 مسکراتے ہو بار بار عبت
 پھر سے چاروں طرف پکار عبت

میرے مرنے پہ کیوں ہنسی آئی !
 ہائے غش کا بھی ساتھ چھوٹے گا
 ہاتھ سینے پہ وہ نہ رکھیں گے
 جانتا ہوں کہ دل نہیں میرے پاس
 کچھ بھی جاوید کا کلام نہیں

سدا لیف (ج)

خوں جس ہوا دل کا وہ تلوار چلی آج
 یہ طرفہ قیامت کہ خا اس نے ملی آج
 تا صبح فقط شمع سر قبر چلی آج
 کھلنے پہ جو آئی تھی وہی توڑی کلی آج
 معلوم ہوئی اور بھی صورت وہ چلی آج
 تقدیر تھی یہ بھی کہ ہوا بھی نہ چلی آج
 عاشق کے ہیں دو پاؤں اور اک کی کلی آج
 گلشن میں چٹکنے پہ ہے پھر کوئی کلی آج
 جان آگئی ہے قبر میں آئے ہیں علی آج

ابرو اشارے سے چل بھی نہ ٹلی آج
 یاں دل سے نکلنے لگے پھر آگ کے شعلے
 دل سوز نہ تھا کوئی نہ غنوار تھا کوئی
 بلبل کا تو کیا ذکر ہے میں رو دیا خود بھی
 ان آنکھوں میں قبر میں سرسے کی ادائیگی
 خاک اڑ کے ہماری تہے کو چہ میں پہنچتی
 جا کر کہیں سو بار کہ پہلا ہے یہ پھر ا
 پھر ہوا بلبل کا نکلتا ہوا دم ہے
 جاوید کا مرنا بھی حیات ابدی ہے

سدا لیف (ج)

اپنے ہی زخم پہ تلوار نہ کھینچ !
 ہاتھ نازک ہیں تو تلوار نہ کھینچ !
 پھر سے تصویر کو لے یار نہ کھینچ
 اتنا سر رہ شرار یار نہ کھینچ
 آہ اے غم کے گرفتار نہ کھینچ

دل سے تو آہ شرار بار نہ کھینچ
 آپ ہی اپنا گلہ ہم کاٹیں !!
 ہم بھی دل رکھتے ہیں بیتاب کر
 خانہ دل نہ کہیں جل جائے
 بات اب ضبط کی بھی جاتی ہے

ساد یف (ح)

روکش ہر درختاں ہو گئی تنویرِ صبح
رات بھر کے بعد چمکا آخر تقدیرِ صبح
جب قریب صبحِ فروت آئی ملنے کو اہل
ہو گئی مالوس دلمیں حسرت تدبیرِ صبح
ڈوبتے جاتے تھے تارِ شمعیں کھٹکتی جاتی تھیں
کھنچ رہی تھی کس سہا وقت میں تصویرِ صبح
بے بجھائے ہم نے دیکھا شمعیں بجھتی جاتی تھیں
ہم نہ تھے جاوید پہلے قائل تاثرِ صبح

دشمن ہے کون ابروئے خمدار کی طرح
ہر اک سی جھک کے ملتے ہیں تلوار کی طرح
ہوتا ہے کیا مرض میں جو صحت میں یا نہیں
ہم کرو میں بدلتے ہیں بیمار کی طرح
یادش بخیر دل کا مجھے آگیا خیال
یہ کون آہ کرتا ہے بیمار کی طرح
ساغر چھلک گیا تھا دکھانیکے واسطے
بھرتا نہیں کبھی دلِ میخوار کی طرح

جاوید اپنے وقت کے اب آپ میر ہیں !
کس کے ہیں شعر آپ کے شعار کی طرح

ساد یف (خ)

عکس رخ سے کیا فقط گلشنِ سرخ
دیکھو دیوار و نکا ہر روزن ہے سرخ
اے جنونِ فتنہ زائے آئی بہار
پھر وہی ہم ہیں وہی دامنِ سرخ
اشک میرے بے ٹھکانے تو نہیں
دیکھ لیجئے آپ کا دامن ہے سرخ
غیر پر ہوتا ہے صحبت کا اثر
آگ میں رہنے سے خود آہیں سرخ
خونِ ناتق بھی تو کوئی چیز تھا
جس میں کو دیکھئے دامن ہے سرخ

پوری ہو آرزو جو ہٹا لو نقابِ رخ
تقدیر چمکے دیکھ لوں گے آفتابِ رخ
زیرِ سحاب آگیا ہے آفتابِ رخ
تم مسکرا کے پھر ہٹا لو نقابِ رخ

اب تک تو مسکراتے ہیں باغ میں
پھولوں نے دیکھ لی تھی کبھی بتاب رخ
ورے تو آج خاک میں باکل ہی مل گئے
خورشید اس فنا تو ادھر آفتاب رخ
بنام ہر نگاہ جو میری میان بزم
مضبوط کر رہے ہیں وہ بند نقاب رخ

اس نے چھپا یا حسن یہ اس کا خیال
گر جاسی نگاہ سے ان نقاب

سادیفاد (د)

کچھ شریک حال غم ہے اور نہ ہے راسخ
پیلے وصلت میں نہ آئی پھر راسخ
ہجر کے جاگوں کو اس با سے شوق مرگ ہے
لوگ کہتے ہیں کہ سب کو آئی ہر تریت میں شید
صورت نہ یوں کھائے کھنکھنایا چاند
پیدا کرے حسینوں میں کچھ اعتبار چاند
تم نے نقاب اٹھائی تو یہ بھی ہر گیا
تھا شام ہی سے دیکھنے کو سیرا چاند

سادیف (د)

ہے جاسے ان کو ابروئے خمدار پر گھمنڈ
جلاد کیا جسے نہ ہو تلوار پر گھمنڈ
برکشتگی بخت نے مجبور کر دیا
تھا ہم کو بھی کبھی نگہ بار پر گھمنڈ
حاصل یہ اس کا ہے کہ کئے کامرا گلا
خنجر پہ ناز ہے انھیں تلوار پر گھمنڈ
دریا ئے خوں بہاتے تھے آنکھوں سے
تھا زیب ہم کو دیدہ خونبار پر گھمنڈ
دھوپ آ کے یہ کہے گی کہ اٹھ جائیے
بچھ کو عبث ہے سایہ دیوار پر گھمنڈ
کب سے ہمارے ذبح کو تلوار سو یہ کم
زیبا ہر ہم کو خون کی ہر ہار پر گھمنڈ
ہاتھوں گشتہ میں یہ سنبھلے نہیں ہیں اب
شمشوں کو کیوں تھا افت میں ہار پر گھمنڈ

جاوید سب پہ خاک میں ملنے کو آئی ہیں
بیکار ہے زمانہ غدار پر گھمنڈ

سدا لفظ (۱)

نہ کیوں ہونا ز مجھے گردِ شیںِ مقدریہ
 سمٹ کے باغِ جہاں کی بہارانی ہو
 نقابِ آپ نے کیوں حشر میں حضورِ الٰہی
 مشرہ کی یاد میں یوں تو جگر سوچتے تھے
 نہ اس طرف کے ہے ہم نہ اس طرف کے ہے
 فنا کے بعد ہمارا بھی اور ہی ہر مزاج
 بلند ہے مرے دستِ جنوں کا آوازہ
 ہنسی میں کون اڑاتا ہے میرے نالے کو
 تمام عمر نہ آئیکا پھر ترار مجھے
 برا ہو وہم کا پڑتے ہیں لمیں زخمِ ہزا
 یہ آرزو ہے کہ برطھ جا طاقتِ برہما
 نہ جانیں وصل میں کیا تھا ہوا ہجر میں کیا
 یہیں یہ موت بھی آئے نہیں دفن بھی ہو

کسی سے ذکرِ مناسب نہیں ہواے جاوید
 نہیں نہیں ہمیں رویا کریں مقدریہ

ختم اب ہو گئی جفا کیونکر
 میری میت پہ مسخ چھپائے ہیں
 ذبح تم سے کیا گیا کیونکر
 میں بھی بکھت جان رکھتا تھا
 اور آتی ہے اب حیا کیونکر
 بعد مرے کے دل سنبھالے ہوں
 ظلم تم سے کیا گیا کیوں کہ
 ہاتھ سینے سے ہوں جدا کیوں کہ

زخم کو دیکھ کر تعجب ہے !
 ہاتھ اٹھایا تھا اس نے ظلم سے بھی
 جبکہ شرکت ہو ظلم میں ان کی
 حال تقدیر میں نے لکھا تھا !
 ہر بانی نے ان کی مارا ہے
 حال شوق وصال لکھا تھا
 مسکراتا بھی اور ان کا سا
 کچھ وفا میں بھی یاد آتی ہیں

عمر اس سوچ میں کٹی جاوید

ہر باں ہو وہ بے وفا کیونکر !

رہ گئے ارمان میں داغِ حرا دیکھ کر
 کبازانِ حجت کا بھی پردہ کھل گیا
 دیدنی ہے دہر میں یہ اتحادِ حسن و عشق
 یونہی کھینچتی ہیں گیس اور دم نکلتا ہے وہیں
 گر خدا چاہے تو آئیں گی وہیں پر موت بھی
 چین بجلی کو نہ آتا ہے نہ اشکوں کو توڑا
 ایک مایوسی پہ رخ کی جانِ عالم کی تباہ
 آتشِ رشکِ خند سے دلیں پرانے جلے
 اب نہ رونا آئے تو بھی مصلحت سے روئیں گے
 سانس اکھڑی نبضِ دہی مڑا نکھیں پھر
 جس قدر دل کا ہو تھا خشک وہ بھی ہو گیا
 قافلے اترے سر منزل چراغاں دیکھ کر
 آگئی مجھ کو ہنسی یوسف کا دامن دیکھ کر
 کھینچ گئیں دلی گیس زلفیں پریشاں دیکھ کر
 آپ کیوں روئے مے تم کا سماں دیکھ کر
 غش تو آیا ہر زمین کوئے جاناں دیکھ کر
 میرا دامن دیکھ کر میرا گریباں دیکھ کر
 حشر میں ہوں منفعل ان کو پشیمان دیکھ کر
 شمع کو فانوس کے پردے میں یاں دیکھ کر
 چین کب لیتے ہیں انسو ان کا دامن دیکھ کر
 چند سا کا مجھے دنیا میں ہماں دیکھ کر
 حسرتوں کا خون اور قاتل کا دامن دیکھ کر

پاکبازان محبت کا بھی پردہ لکھل گیا !
 آگئی مجھ کو، سنسی یوسف کا داماں دیکھ کر
 خون لاکھوں جس کی گردن پر ہوا اس کی یاد
 رو دیا میں حشر میں ظالم کو خداں دیکھ کر

دیکھئے جاوید اچھوں کی ہر اک کو قدر ہے
 برق لپٹی ایر سے اک پاک داماں دیکھ کر

جرات نہ کیوں ہو سوزالم کے بیان پر !
 دل کے بھی کھنچ کے آگے کانٹے زبان پر
 بچپن سے تیغ بھی تو سنبھلتی نہیں خصلو !
 ایسا نہ ہو کہ لوگ ہنسے امتحان پر
 کیوں لاش اکھاؤ درد نہ ان بازوؤں میں
 تم جاؤ جو بنے وہ بنے میری جان پر
 کہتے ہیں اس کو عشق محبت ہی اس کا نام
 توڑا جو پھول بن گئی بلبل کی جان پر
 سچ ہے کہ میرے غم کا زمانہ یہ ہوا اثر
 مجھ پر نہ بنی ہے اور ہے ادا سی مکان پر

یہ رونا جا ہے آنسو نہ وامن پر رہا باقی
 مسافر لٹ بھی جاتے ہیں سنبھتے ہیں جو منزل پر
 نقاب الٹیں تو خجلت ہو نہ آئیں وہ تو حشر ہو
 ادا سی دو لو شکلوں سے ماہ کا میل پر
 نگاہیں دیکھنے والوں کی مثل موج مضطرب ہیں
 ادھر پانی میں عکس رہے ادھر وہ خود ہیں صاف
 وہاں آنسو نکلتے تھے درجائوں پہ دم نکلا
 ہمیں سے میں لٹے ہیں ہمیں لٹے ہیں منزل پر
 جگر سے دل آنکھوں رگوں سے کھنچ کے جگایا
 لہو اب ہے طے آرام سے داماں قاتل پر

جہاں میں سچ ہی حسن روز افزوں بھی قیامت ہے

نظر ہر ایک کی پڑنے لگی بازوئے قاتل پر

اب آئینہ میں کون ہی یہ جلوہ گر ادھر
 دیکھ اپنا حسن دیکھ اکھا کر نظر ادھر
 نکلیں نہ دونوں آنکھوں سے کس جھٹکے نو
 زخمی ہوا ہے قلب ادھر اور جگر ادھر
 بجلی بہت تر پتی ہے گرنے کے واسطے
 شاید روانہ ہو چکا ہے نامہ بر ادھر
 غافل انہیں کی طرح رہی مجھ سے موت بھی
 آنے کا نام بھی نہ لیا عمر بھر ادھر

غش سے نہ پیشیاں ہو کلیم آپ سیر طور
 ہوتا ہے یہی عاشق دلگیر کا انداز
 مانع ہے ادب چومنا ہے ہاتھ خود اپنے
 دیکھا ہے مصور نے جو تصویر کا انداز
 اس پر بھی تو عالم کی نگاہیں نہیں پڑتیں
 کچھ برق نے کھینچی تری تصویر کا انداز
 تنہائی میں لے لیتے ہیں بوسے جو مکرر

بجا وید بدل جاتا ہے تصویر کا انداز
 کام دلسوزی ہے ہو دو یا دشمن پاس
 بس خوشی و غم میں جتنا فرق ہے ظاہر ہو
 اپنے جو ہر پہ نظر ہے دوسرے سے بحث کیا
 میں شبِ فرقت سے کرتا ہوں ملاقات
 بال اگر مرنے پر آتے ہیں ہی جاتی ہے شام
 عمر بھر سے جلانے کا جو آیا تھا خیال
 شمع نے شام سے آئی مرے مدفن پاس
 پاس میرے یہ رہا اور وہ ہے دشمن کے پاس
 تیغ کی چتون وہی ہو دو یا دشمن کے پاس
 کچھ سہی لیکن نہیں جاتی کسی دشمن کے پاس
 وہم آتے ہیں مجھے بھی ہیں وہ مدفن کے پاس
 سر جھکا کر شمع لاتے ہیں مے مدفن پاس

بیکسی روز افزوں ہو کہ ہو جاوید حشر
 اک نہ اک لینے خیر آجائے گا مدفن کے پاس

مجھ تھا میری موت شبِ انتظار غش
 بے ہوش ہو کے ہوش میں پھر آچلا ہوس
 جو ہوش میں تھے دیکھ کے بیہوش ہو گئے
 اظہارِ شوق دید نہ ہو گا کلیم سے
 دامن کی کچھ ہو اس قیامت کا تھا اثر
 مرگتا کبھی نہ گریہ بے اختیار شوق
 زانو پہ اپنے سر کوئی رکھتا ہوا بار بار
 میں اتنی دیر بھول گیا تھا غمِ فراق
 آتا تھا دیکھنے کو میرے بار بار غش
 کھوتا ہے آج موت کا بھی اعتبار غش
 کیا خوب ایک ہجر کی شب اور ہزار غش
 گر اکیلا ستانے کو پھر ایک بار غش
 اب خوشی کہ آئے مجھے بار بار غش
 آتے ہیں روکنے کے لئے بار بار غش
 سب اک طرف کو آج کا ہر یادگار غش
 پھر آئے مجھ کو اے پروردگار غش

راز و نیاز عشق سے دانہ تھے کلیم
کیا جانے کیا تھا آگیا تھا ایک بار غش

جاوید الٰہی سو جھتی ہے سو جھتی ہے جو

وہ ہوشیاریاں ہیں کہ جن پر نثار عشق

کب فرق وضع دہر میں آیا ہے اے اجل
گم گم ہیں سب یہ برق تجلی کی بجلیاں
جس میں تھا ذکر جان کے دیئے جان پہ
پیساز میں نے جب تو کھلی آنکھ قبر میں
جلنے لگے دریا کے کانٹے لگی وہ آگ
کہنے چلے تھے حالت سوزِ نہاں فقط
ویران میری موت ہے اک مکاں فقط
ظاہر میں یوں کلیم کا تھا امتیاز فقط
اُن کو پسند آگئی وہ داستاں فقط
دشمن سمجھ رہا تھا کہ ہے آسماں فقط
کہنے چلے تھے حالت سوزِ نہاں فقط

جاوید ان کے دل پر ذرا بھی اثر نہیں

نالوں سے ہل رہے ہیں زمیں آسماں فقط

فائدہ کچھ بھی نہ سمجھی اپنے جل جانے میں شمع
وائے ناکامی قسمت کچھ نہ یہ ثابت ہوا
اس آجانے سے شب کو روشنی بھی بڑھ گئی
کچھ سمجھے تیور سے جلتی تھی سیہ خانے میں شمع
جل گئی یا کچھ گئی میرے سیہ خانے میں شمع
بن گیا تھا ذرہ ذرہ میرے کاشانے کا شمع

ذراغ دل جاوید کیوں ہو یاد یہ گری میں

کچھ نہ جائے کیوں لئے جاتے ہو ویرانے میں

کبھی اندھیرے سے گھرائے روشنی سے کبھی
وہ جھکتے دل کو نہ دکھیں کسی کے خوب ہے یہ
لحد پہ چل کے ہوا گر کھجاتی ہے تو بچ جائے
لحد پہ بوئے وفا آرہی تھی وقتِ سحر
اک آہ گرم سے تربت میں کام لینے دو
کبھی بجھائے چراغ اور کبھی جلائے چراغ
وہ منہ کو پھیر لیں جس وقت جھلملا چراغ
تمہارا ہو چکا احسا کہ خود جلائے چراغ
کہیں کہیں جو کسے میں جلے جلا چراغ
یوں ہی جلائے اسی طرح نہ بجھائے چراغ

جو تھا تو بس وہی دل سوز بھی تھا آج جاوید

کسی نے دل نہ جلا یا لیاں سوائے چراغ

میں غش میں تھا کہ موت کا دھوکا کسی ہو
 یہ کہہ دیا ہے جھوٹ کسی نے وہ آئینے
 چہرے پر گجھ گیا وہ بدگمان صاف
 ہم کر رہے ہیں صبح سے اپنا مکا صاف
 بلبیل چمن میں کہنے لگی داستان صاف
 اُلجھا ہوا ہے مطلب دل غنڈیل کا

یہ داستان صاف نہ وہ داستان صاف

میر دم کیوں روشن ہو ہمایاں نام عشق
 مہر کے فکھلایا کہ اس نام سے انجام عشق
 ابتدا ہی میں ہوا ہے خاتمہ ان کا بخر
 درد اٹھاتا تھا کلیم سے بس اتنا یاد ہے
 عوز جب کرتے تھے ابانی چل تو ایک بار
 ناامیدی بن کے دہ پیلے ہی آتی اچل
 بے وفا اس کو کہیں گے تو برا مانیر گا تو
 کہہ گئے کیا رو میں جوانی کو تری نام عشق

روشنی جاوید اس دم گھر میں ہو گئی

داغ دل کا بن گیا آخر چرخِ شام عشق

دل سوزاں ہے مرار و ترقی کا شانہ عشق
 بتیاں زخموں کی جلنے لگیں اور آف بھی کی
 نیم بار آنکھ ستمگر کی ہے سوتے ہیں یہ کیا
 اے کلیم آپ نہیں طور نہیں برق نہیں
 ایک دل تیر ہزار ایک جگر زخم ہزار
 داستان وصل کی چھڑوں کہ شب قر کی
 برق کہتی ہے کہ ہر ہے دل سوزاں تیرا
 آپ ہی شمع ہے اور آپ ہی پروانہ عشق
 آفریں تجھ پر ہوئے ہمت مردانہ عشق
 آج وارہ گیا شاید درِ مینخانہ عشق
 تھی کسی عہد میں ہاں ترقی کا شانہ عشق
 دیکھ لی آپ نے بھی ہمت مردانہ عشق
 لطف دور نگ کے اور ایک سچے افسانہ عشق
 روشنی بخش جہاں نیسہ کا شانہ عشق

خاک اڑتی ہے نہ دیکھو سوئے دیرانہ عشق
بچنے میں کبھی سنتے تھے جو افسانہ عشق
ورنہ ہر ایک بان رہا افسانہ عشق

رفتہ رفتہ مراد دل چکا سوز غم سے
آج کے دن کی خبر دل کی ٹھٹھکی دی تھی
فرق اگر ہے تو حقیقی و مجازی کا ہر فرق

جیتے رہے جو شب تک جا سحر تک
جب ہو گا وقت آخر پھر جاگی نظر تک
دل کا تو ذکر کیا ہے کھنچ آئیگا جگر تک
آہیں جو میری سنجھیں کیفیت اثر تک
تربت اٹھ کے لیکن روتے گئے وہ گھر تک

اب تک ہمارے غم کی ان کو نہیں خبر تک
دنیا کا کیا بھروسہ خود اپنا حال یہ ہے
سینے سے تیر کھینچو منہ کو مگر پھر الو
کروٹ سی لیکے وہ بھی اور دل بھی لگ گیا
یوں تو نہ کچھ کہا تھا خاموشی لہنے

کچھ عجب رنگ سے رہتا ہے خفا ایک سے ایک
حال کہتا ہے گرفتار بلا ایک سے ایک
بگڑی جاتی ہے ستمگر کی ادا ایک سے ایک
دیکھنے میں ہیں ملے اور ہیں جدا ایک سے ایک
یوں ملے ہیں یہ ہیں دراصل جدا ایک سے ایک

بات کا شہر خموشاں میں کہیں سہم نہیں
کیا سننے کوئی اسیرانِ قفس کی باتیں
آج کیا وصل کی شب ہے جو ابھی غصہ
قہر کیوں ڈھائیں اس شوخ کے دونوں ابرو
ہے دلوں کا وہی جو دانہ تسبیح کا حال

ہم نے دیکھا نہ کہیں حضرت جاوید کا مثل
یوں تو بڑھتا رہا عالم میں سدا ایک سے ایک

دو چار داغ رہ گئے ہیں یادگار دل !
ویراں ہے مثل گور غریباں مزار دل
گویا کہ بچپن داغ پڑا ہے مزار دل
اٹھ اٹھ کے بیٹھ جاتی ہے گرد غبار دل

باقی خزاں کی فصل نہ اب ہے بہار دل
مردہ وہ حسرتیں ہیں جو ہیں یادگار دل
صد کی فردگی ہے کلجے کے داغ میں
اب تک اسی طرح ہی اثر میرے ضعف کا

ہلکتا آنکھ دیکھ کے تسکین کیوں ہوئی
 اب ناز سے وہ پاؤں اٹھاتے ہیں اس
 آجڑے ہو مکاں میں قدم کیا رکھیں گے
 کیسے متگردوں سے پر ا ہے مقابلہ
 آپ خود جانتے ہیں وجہ گرفتاری دل
 دیکھ کر چرخ کو کہتا ہوں خدا اب دکھائے
 صبح سے بند تھیں وہ آئے تو اٹھیں کھو
 کچھ دنوں کیوں کہنے میں لیا تھا

سمجھیں کے جھوٹ تھی خبر انتشار دل
 شاید یہی کہیں ہے زمین مزار دل
 تھی باغ آرزو کے سبب بیمار دل
 ہم نے شباب میں بھی نہ دیکھی یہاں
 زندگی میں تو نہ اب جائیگی بیماری دل
 وہ شب تار وہ رونا مرا وہ زاری دل
 دیکھ آج کے دن غفلت و ہشیاری دل
 آج ثابت ہوئی یہ وجہ گرفتاری دل

حسرتیں چھوڑ کے رخصت ہو میں آخر جاؤید

مدتوں جب یوں بڑھتی گئی بیماری دل

نہ آرزوے جفا بہ قدم نکال کے چل
 چلا جو حشر میں میں سن کے آمدِ جاناں
 ارے یہ حشر میں ہیں سنیکڑوں سے مشتاق
 یہ اضطراب پکارا کہ دل سنبھال کے چل
 یہاں یہ ہم بھی ہیں راضی نقاب لکھ ل چل

یہاں یہ ہم بھی ہیں راضی نقاب لکھ ل چل
 یہاں یہ ہم بھی ہیں راضی نقاب لکھ ل چل

عدم کا قصد ہے بھر جہاں سے گر جاؤید

حاب دار زمانہ کو دیکھ بھال کے چل

ضرر سمجھتے ہیں اب مے کے بھی خمار میں ہم
 تمہیں ہے نشہ جوانی کا ہم میں غفلتِ عشق
 یہ پیش کرتا ہے تسبیح سے غضب کی ہو جا
 کوئی نہ بند کرے یہ کھلی ہوئی آنکھیں
 رہیں گے پھر نہ تمہارے بھی اختیار میں ہم
 نہ اختیار میں تم ہو نہ اختیار میں وہم
 ہر اک سے ہو کے مقدم نہیں شمار میں ہم
 خدا گواہ کرتے ہیں انتظار میں ہم

نگاہیں حسرتیں بھی ڈھونڈھتی ہیں اے جاؤید

یہاں تلک تو رہے ان کے انتظار میں ہم

دلیفان

وہ زلفوں کو غیروں سے بنوا رہے ہیں
شب وصل کیا جانے کیا یاد آیا
مگر عمر رفتہ سے پھر آئے جلدی
مرے دل پہ ابرالم چھا رہے ہیں !
وہ کچھ آپ ہی آپ ٹھہرا ہے ہیں
مجھے ذبح کر کے وہ پھپھتا ہے ہیں
نہیں جین مگر بھی جاوید ایکن
لحد کو ہماری وہ ٹھکرا رہے ہیں

مثال آسایا ہم سب کے بیدار کرتے ہیں
لسان آسایا کم شکوہ بیدار کرتے ہیں
مثال آسایا عادت ہے ہم کو ضبط کرنیکی
جو حصہ غیر کی تقدیر کا ملتا ہر دم بھر کو
خدا تو رزق دیتا ہے مگر فریاد کرتے ہیں
بہت بڑھتے ہو گئے دش تو کچھ فریاد کرتے ہیں
پیسیاں ہو گئے دست غیر سے فریاد کرتے ہیں
تو بن کر آسایا کس درد سے فریاد کرتے ہیں

کس شے سے اس جہان میں ورغی غیاں نہیں
گل سے غیاں نہیں کہ چمن سے غیاں نہیں
راحت ہر زیر حال کہ سوتا ہوں چمن سے
اللہ سے انقلاب کہ موجود تھے جو کل
وہ کون سی بہار جس پر خزاں نہیں
قد رکا اس کے رنگ ہویدا کہاں نہیں !
غافل یہ وہ زمیں ہے جہاں آسماں نہیں
آج ان کی قبر کا بھی کہیں پر نشا نہیں

مست نغمہ اے ساقی بدل سکتے ہیں
ہیں ضعیف ناتواں خود اپنے سائیکل
دل ہے نازک اس طرف زخمی جگر ہر طرف
بے تری مری مری کے ساغ بھی تو چل سکتے ہیں
بے سہارہ دو قدم بھی راہ چل سکتے ہیں
اب تو پہلو بھی تڑپ کر ہم بدل سکتے ہیں

اس غضب کو دیکھنے میں آگئی آئے وہ
 دم کے بھی ہمراہ اب آنسو نکل سکتے ہیں
 تم پر جو مرتے ہیں دم ان نکل سکتے ہیں
 اب یہ وعدہ آج کے فردا پہل سکتے ہیں
 کیا نزاکت کی دعائیں دیتے ہیں مل مل کر
 وہ جو میری لاش کے ہمراہ چل سکتے ہیں

عاجزی خود تیری لے جاوید ہے عین کمال
 اپنی حد سے شعر بھی باہر نکل سکتے ہیں

منزل عشق میں چین اے دل پہ نہیں
 شہریہ وہ ہے جہاں رحم کا دستور نہیں
 جتنے ہیں داغ مرے دل کے وہ افسردہ ہیں
 کیسی یہ شمعیں ہیں روشن کہ زرا نور نہیں
 اب می آنکھ کے آنسو نہ تھمیں گے دم بھر
 کو نسا زخم ہے سینہ میں جو ناسور نہیں
 اتنی حسرت کہ لے کاش اجل بھی آج
 ان پر جو مرتے ہیں جینا ہمیں منظور نہیں
 کوئی ظالم کوئی مظلوم بنے دم بھر کو
 سامنا حشر میں ان کا ہمیں منظور نہیں
 واہ کیا خوب کی لاش بھی آکر وہ اٹھائیں
 جاننا ہوں کہ حسینوں کا یہ دستور نہیں
 ان کے کوچہ میں کوئی دفن نہیں ہو سکتا
 اب کہوں خاک کہ جینا ہمیں منظور نہیں

پاس آتے ہیں وہ ہمراہ رقیب لے جاوید
 اب اگر آج اجل آئے تو کچھ دور نہیں

کب ہے آباد محبت میں جو بر باد نہیں
 دل ہی وہ خاک ہی ہمیں کہ تیری یاد نہیں
 آؤ پھر یاد دلائیں تمہیں بھولی باتیں
 مسکرا کر کہو پھر تم کہ ہمیں یاد نہیں
 آرزو ہے کہ قفس ہی میں اجل آج
 چھوٹ کر جاؤں کہ صراہ کوئی یاد نہیں
 حشر میں چھپر کے کہتی ہیں نگاہیں میری
 کل کا چھپنا مری جا آج تمہیں یاد نہیں
 شوق سے ذبح کر و حشر کے دن کا کیا
 کوئی پوچھے گا تو کہنا کہ ہمیں یاد نہیں
 کبھی دو چار گھڑی بیٹھ کے سنتے تھے
 اب تو رونے کے سوا کچھ بھی ہمیں یاد نہیں

دیکھ جاوید کہ ہے مجمع ارباب کمال !

کون اس بزم میں ایسا ہو جو استاد نہیں

بہار آئی ہے لب پر پھر جنوں انگیز ناہیں
لحد میں بھی وہی ہم ہیں وہی پروردگار
مرے زخم جگر کا منہ کھلا ہے فرط حیرت
نہ کیوں حد جنوں فساد پر طاری ہوا ہے قسمت
کفن سے کیوں نہ منہ ڈھالو کہ مری نذا
قیامت ہے کہ محشر میں نفا الٹی ہو کرے سے
کوئی کہہے فلک امتحان کیوں نہیں لیتا
ابھی تو بچپنا ہے چال پستے ہیں دل سب کے
لحد پر پاؤں آہستہ رکھو ہو دروگہ گ میں

یقینی انتظار صبح اے جاوید ہے ان کو

جو طائر اپنے اپنے اشیاں سے منہ نکالے ہیں

ضد تیور بھی چیراغوں کے بد جاتے ہیں
سخت دل ان کا کچھ ایسا ہی نہیں جیسا
حشر تک ڈھونڈنے کو جاتے ہیں لہری تلا
مسکرا نا وہ شب و صبح کا وہ صبح کا غیظ
ایک راحت کا بھی پہلو جو نظر آتا ہے
وہ سمجھتے ہی نہیں ہجر کی ایذا کوئی شہر
لیجئے آئے تو وہ لاش اٹھانے کے لئے
چھالے پڑ جاتے ہیں سینے پر ٹپکتے ہیں جوا شک

ہرے پھر بعد مدت زخم دل ہونیوالے ہیں
کلیجہ تھام لیں جو جو عدم کے رہنے والے ہیں
کسی بیدار دینے سے یوں پیکان نکالے ہیں
مری ہر رگ سے اس نے عمر بھر نشتر نکالے ہیں
سنا ہے آج بالائے لحد وہ آنے والے ہیں
کلیجے اپنے اپنے دیکھنے والے سنبھالے ہیں
جگر کو ہاتھ سے روکے ہیں ہم دل کو سنبھالے ہیں
یہ دو دن میں جواں ہو کر قیامت ہونیوالے ہیں
ارے غافل ہم بھی دیں گے رہنے والے ہیں

وہ شب و صبح بچھاتے ہیں یہ جل جاتے ہیں
ورنہ گرم آہوں پتھر بھی گھل جاتے ہیں
دم جو عشاق کے سینوں سے نکل جاتے ہیں
ہم تو رہتے ہیں وہی آپ بدل جاتے ہیں
موت کے نام سے بیمار سنبھل جاتے ہیں
کیوں بھنیں دیکھ کے بیمار سنبھل جاتے ہیں
بعد مرنے کے بھی ارمان نکل جاتے ہیں
ہم تو بے آگ کے پانی سے بھی جل جاتے ہیں

بزم دل اور نظر آتی ہے ویراں جاوید

میں تو روتا ہوں جو ارمان نکل جاتے ہیں

تم نہیں یہاں تو کچھ بھی با شادی نہیں
موت بڑھ کر زمانے میں کوئی شادی نہیں
کونسی وہ صدمہ جس میں تم بھی اک ظلم
منہ ادھر پھر لو جس وقت اکھٹا ہو غما
نیند جن کی اڑ گئی تھی وہ بھی سوچیں
خلد کو بھی دیکھ آیا ہوں میں کچھ نئے
روح کھنکھن کر نکلتی ہے صویر کی طرح
پچھلی راتوں کے وہ سناٹا وہ دل کا ٹوٹنا
جس کے خاروں میں کف پا کا نہ میرے خون
موت کو اللہ رکھے ہو عجب اس کا بھی دم
شمع بھی خاموش دل بھی چپے بالیں بھی
لو کسی کے خون ناحق کی نہ آتی ہو جہاں
اڑتے اڑتے کوئے جاٹاں میں گیا میرا غما
سلسلہ حنابانی رفتا مجنوں کم ہے کیا

میسرے سینے میں وہ دل اور وہ آبادی نہیں
زندگی میں رنج کو حاصل یہ آزادی نہیں
وہ چھری کو دکتے ہیں کیا یہ جلا دی نہیں
خاک سہ میری غیا کب شان بربادی نہیں
میں جو فریادی نہیں تو کوئی فریادی نہیں
ہاں دہا بھی ہر جگہ اسی تو بربادی نہیں
کب دل سوزاں پناہ بزم بربادی نہیں
کونسی راتیں ہیں فرقت کی جو فریادی نہیں
تنگنائے دہر میں ایسا کوئی واوی نہیں
قیدی زندان کو کب امید آزادی نہیں
مرنے والا مر گیا اب کوئی مفسر یادی نہیں
لطف کی وہ جا نہیں وہ سیر کا واوی نہیں
میں سمجھا تھا بربادی و دہر بربادی نہیں
پہلے فریادی تھی اب زنجیر فریادی نہیں

حضرت جاوید ہیں ان کی نگاہیں جس طرف

ہم آدھر کو بیٹھتے ہیں کیا یہ استاد ہیں

کچھ دل ربا ہلال کی تنویر بھی نہیں !
طول مرض سے اور بھی مٹی ہوئی خراب
پورے ترے شباب کی تصویر بھی نہیں
کہتے ہیں وہ یہ لائق تعزیر بھی نہیں

بند نقاب کھول رہے ہیں وہ رات کو
اب جلوہ گاہ حسن بھی اک ہو کا ہر مقام
مجھ سے چھپا ہے حال مرا خود جہان میں
خود دل میں کہہ رہا ہوں کہ ہو جان دی
دیوانگی میں طبع نرا کت پسند ہے
طول مرض سے اور بھی مٹی ہوئی خرا

اب جانہ فی نکلے میں تاخیر بھی نہیں
خاک آئینے میں ہے جو وہ تصویر بھی نہیں
پیش گناہ بخت کی تحریر بھی نہیں
میری وہ لاش اٹھائیں یہ تقدیر بھی نہیں
منت کی کیا وہاں کوئی زنجیر بھی نہیں
کہتے ہیں وہ یہ لائق تحریر بھی نہیں

جاوید خون کے کلیجہ بھی بہہ گیا
پیلے جو کھتی وہ اب کشش تیر بھی نہیں

دیر پھر سوزالم سے نہ ہو حل جانے میں
کوئی کہہ دے کہ جو آئے ہیں تو دم بھر تھیں
نشہ آنکھوں بل ابرو پہ سج لب گریہ
اے اجل آج کے تھے وہ در زنداں
اس سے تشبیہ بظلال تو کوئی کیونکر دے

چھالے ٹر جائیں گے اشکوں نکل آنے میں
ایسی کچھ دیر نہیں سمجھ مرے مرجانے میں
ہے سلیقہ انھیں تصویر کھینچانے میں
بے محل روح نے جلدی کی نکل جانے میں
اشک آنکھوں میں نہیں تو دم نہیں پانے میں

میں نے کچھ ان سے برائی بھی نہ کی تھی جاوید
ان کو کیا میل آخر مرے تر پانے میں

کسی دامن کی پھر کشش کو یاد کرتے ہیں
بہت سوتے ہیں قسمت کو جو تم کو یاد کرتے ہیں
تکون اس کو کہتے ہیں اسی کا نام جبین تھا
اسی امید پر کچھ روز شاید اور جی جاؤں
میری تصویر کو خاموش پاکر سب سے کہتے ہیں
اجازت دفن کی دمی تو ان سے غیر کہتے ہیں

ہم اپنے اشک اک امید پر برباد کرتے ہیں
جگر کے زخم پھٹ جاتے ہیں جب یاد کرتے ہیں
ابھی قیدی بنایا تھا ابھی آزاد کرتے ہیں
اسی کو دیکھ لوں وہ جس کے دل کو شاد کرتے ہیں
انھیں کو لوگ کہتے تھے کہ یہ فریاد کرتے ہیں
یہاں کی آپ کیوں ڈوگر زیں برباد کرتے ہیں

ہماری عمر ساری کٹ گئی اتنے سہارے
 یہی سنتے چلے آئے کہ اب آزاد کرتے ہیں
 زمانہ اپنی آزادی کا شاید یاد کرتے ہیں
 مگر نثارِ قفس کس در سے فریاد کرتے ہیں
 لبوں پر کچھ بھی ہے مرتے دم بھی کچھ لہجے
 ابھی تک آپ طرزِ تبسم یاد کرتے ہیں
 جنازہ در پہ آیا ہے نو دربان کہتے ہیں
 یہ جائے یا کہ ہڑے آپ کیا ارشاد کرتے ہیں
 صدائیں دل دھرنے کی جو لے جاوید وہ سن لیں
 سمجھ لیں یہ کہ تم سے ناتواں فریاد کرتے ہیں

مقتل میں جو وہ تیغ بکھ آئے ہو ہیں
 اب چاہنے والوں کے کلیجوں کا خد ہے
 عشاق کی ضد سے وہ نگر کھتے ہیں بھی
 جی چاہے تو خود دیکھ لو انھوں جنازہ
 ہم در پہ نئی طرح سے آج آئے ہوئے ہیں

آٹا کیسنی کے ابھی پائے جاتے ہیں
 سو بار سن چکے کہ قیامت بھی اچکی
 الٹی چھری گلے پہ پھراتے ہیں وقتِ بوج
 بوسہ تولے کے بزم میں مجرم ہوا ہو میں
 کچھ میں نے ذکر چھڑ دیئے ہیں جو وصل میں
 کھلتا نہیں کہ ان سے جوانی نے کیا کیا
 گو ذبح کر رہے ہیں یہ گھبرائے جاتے ہیں
 اب تو اسیرِ قید میں گھبرائے جاتے ہیں
 وہ بھی ہماری طرح سے گھبرائے جاتے ہیں
 الٹی یہ بات ہے کہ وہ شرماے جاتے ہیں
 کم کم ہنسی کیسا تھ ہی شرماے جاتے ہیں
 منت کے طوق آج اتروائے جاتے ہیں

دامن کی وہ ہوائیں جو دیتے ہیں بار بار
 مطلب سے اپنے ہم کو بھی غش آئے جاتے ہیں

عاشقوں کی زندگانی کے سہارے آپ ہیں
 کیوں بگڑتے ہم سے سننے سے سب پیار آپ ہیں
 ہوتی بھرتی ہے بوئے عطر فرشِ خواب پر
 میرے بستر سے جو اپنے گھر ہمارے آپ ہیں

زندگی اور موت دونوں سہارے آپ ہیں
نقش یا کچھ چھوڑ کر گھر سے سداے آپ ہیں
اک کنائے چاندی اور اک کنار آپ ہیں
میں سمجھتا ہوں کہ پہلو میں سہارے آپ ہیں

حضرت جاوید کچھ سب سے نرالی ہر روش
باغ میں سبزہ صفت سب سے نرالی آپ ہیں

یوہیں کلی گرائی ہے اگر وہ مسکرائے ہیں
قیامت ہے کہ جن ہاتھوں سے وہ ہندو گاہیں
ستم یہ ہے کہ نالے بھی سحر منہ پائے ہیں
لحد پر پھول کس پیار ہاتھوں سے چھائے ہیں
یہ کیوں اے حسرت پر واز تو نے ہوں ارے میں
وہ میدان قیامت میں نقار رخ اکھائے ہیں
ہمیں وہ فریح کرتے ہیں مگر منہ کو پھرے ہیں
کہ نازک بھی ہیں اور میرا جواز بھی اکھائے ہیں
نشاں شاید مٹا کر میری تبت کا وہ کائے ہیں
وہ تھم سکتے نہیں آنسو جو خارا روپے ہیں
گھڑی بھر کے لئے تربت یہ میری کالے ہیں
وہ اپنا چاند سامنے دو نو ہاتھوں سے چھائے ہیں
یہ کیوں ہر بدگمانی ہم کفن منہ چھائے ہیں
چھپے ہیں سامنے ہو کر یوہیں ضد یہ آئے ہیں
ہنسنا اس پر کہ اے تو فکر کیا جلائے ہیں

لاش بھی اٹھ جائے گی اور دل بھی ہو جائے
جا بجا تربت دل مردہ کی آتی ہر نظر
رات کو دریا میں موجیں کس طرح چین لیں
ہجر کی گورات ہر لیکن تصور کے نثار

یوہیں آفت بیا کی ہو جو وہ محفل میں آہیں
انہیں سے ہوگا ماتم اور انہیں لاش اٹھائے
دکھا کر داغائے دل میں کس سے داؤد و غم کی
یہ کس نے یاد دلوائے ہیں ماں شب و صلت
کہاں اب ہم کہا وہ دل کہا سیریں کی
شکایت کا کسی کو جس میں کچھ موقع نہ ہا
وہ کون ایسا پہلو جسے وہ دیکھے جاتے ہیں
خداوند ابرہہ صاف اور طائر ان کو ہاتھوں کی
ہوا میں دے رہے ہیں لوگ اپنے اپنے دوا کی
قدم گھر سے نکالا ہے تو منزل پر بھی نہ لگا
کٹیں ریش تڑپنے میں یہاں بھی کیا یہ ہر
ہوئی جاتی ہے لی چاندنی بھی شام صلت کی
لحد پر آؤ اب کی نہیں ہے دیکھنے والا
کلیم اب دیکھے کیا ہو کہاں تم اور کہا جلوہ
کبھی کے وعدے یاد آئے جو دیکھا ان کو کھڑے

جنہیں جاوید میری طرح سے شوق شہادت ہے
وہ خود ہی صورتِ شمشیر سراپنا جھکا رہیں

پرساں حال خاطر بیمار کیا کریں
ٹوٹے قدم قدم پہ اگر آبلوں کا دل
لیتا ہے چٹکیاں کوئی معشوق بار بار
مرّت کے بعد قید سے طائر چھٹے ہو جائے
گر می روزِ حشر جہنم سے کم نہیں
کیوں کر نہ اب ہو ان کی نزاکت یہ جارح
کیا مرتے وقت بات نقاہت کی کھوئے
اتنے دنوں نہ ساتھ رہا ہے کوئی قریب
جنت میں اس لباس سے جانا محال ہے
رخصت ہوئی ہے طاقت پر واز پہلے ہی
کانوں میں آرہی ہے برابر صدائے یا
ہوتا ہوں قتل ان کی نزاکت کو دیکھ کر
کیا کم بیاں چلے کہ ہو جلنے کا ڈروہا
دیکھیں تو جان جائے نہ دیکھیں تو جان جائے

اک دل ہزار دروہے غمخوار کیا کریں
دیوانے سیر وادی پر خار کیا کریں
ہم تجلو کھو کے اے خلش یار کیا کریں
کبخت بیٹھ کر سر دیوار کیا کریں
اب اے کریم تیرے گنہگار کیا کریں
کھنچی نہیں ہے ہاتھ سے تلوار کیا کریں
دم توڑ کر حضور کے بیمار کیا کریں
پھر ہم شکایتِ خلش خار کیا کریں
زاہد سے لیکے جبہ و دستار کیا کریں
آزاد ہو کے مرغِ گرفتار کیا کریں
آرام ان کے عاشقِ رفتار کیا کریں
کھنچی نہیں ہے ہاتھ سے تلوار کیا کریں
دوزخ کا خوف ان کے گنہگار کیا کریں
آخر کسی کے طالبِ دیدار کیا کریں

جاوید اور دل کا لہو آئے جوش میں !

اب میکرے میں بیٹھ کے میخوار کیا کریں

خاک ہو کر بھی حیرت کسی انساں میں نہیں
سیکڑوں تیر بھی ارا ما بھی نکالے دل کے
دیکھنے والوں کو رولائے لہو کے آنسو
ہم کلام ایک شہرِ خموشاں میں نہیں
تم تو سمجھے تھے کہ کوئی دل دیر اس میں نہیں
اتنی تاثیر بھی کیا خونِ شہیداں میں نہیں

لے گئی سب کو اجل اب کوئی زنداں میں نہیں
 کیا اب اتنی بھی مروت ترے رہا میں نہیں
 اک لحد کی بھی جگہ کوچہ جاناں میں نہیں
 جو چمک راغ میں ہے ہر درختاں میں نہیں
 بند زنداں کا ہے در اور کوئی زنداں میں نہیں
 صبح محشر میں نہیں شام غریباں میں نہیں
 جو قمر میں ہے وہ دھبہ کنجاں میں نہیں
 درد بھی آج ہمارے دل ویراں میں نہیں
 جز ہمار کوئی بھی اب خانہ ویراں میں نہیں
 چاک امن میں اگر ہے تو گریباں میں نہیں

بیچ عشاق کی تقدیر کا ایسا جاوید

زلف نسل میں نہیں کا کل پیاں میں نہیں

جو دوست تھے قدیمی وہ ساتھ چھوڑے
 کیا درد ان کے دل کو جو پھول توڑے
 باتیں بنا ہے ہیں کچھ دل سے جوڑے
 محفل میں وہ جو شیشہ پتھر سے توڑے

تم کہاں جاؤ گے ہیں دُور رگڑنے کے نشاں
 میرے مرنے کی خبر سن کے کہے گا تجھ سے
 اپنے مرنے کی مبالغہ ہو دُعا غیروں کو
 شب تاریک لحد میں یہی کام آئے گا
 دم نکلنے کا اسیروں کے تعجب ہے نہیں
 یہ تلاطم یہ آداسی جو ہے میر گھر میں
 گرد پھر پھر کے یہ کہتی ہے زلیخا کی نگاہ
 ساتھ ہر ایک نے چھوڑا کہ اجل آتی ہے
 وہی انجام ہر اپنا بھی جو اوزوں کا ہوا
 کہیں ہو سکتا ہے عشاق میں یو کا شکار

ارمان بھی لحد میں منہ ہم سے موڑے
 بلبل مثال غنچہ مرجھا گئی چین میں
 شکوے جو کچھ کئے ہیں جتوں یہ کہہ ہی ہے
 میں اپنے پہلوؤں میں دل اپنا ڈھونڈھتا ہوں

دیکھا گلوں کو چاک گریباں بہا میں
 پر کیا کروں کہ دل ہی نہ تھا اختیار میں
 اک قبر کی جگہ جو ملے کوئے یار میں
 روشن چراغ ہے دل امیدوار میں

شادان نہیں کوئی چین روز گار میں
 آمانہ میں رقیب ہمراہ تیرے پاس
 حاضر ہے جان تک ابھی اے شوقِ قرب دوست
 کچھ خون گرم پھر کسی گوشہ میں رہ گیا

ہر گل ہے اپنا چاک گریباں کئے ہوئے
گر آج نہ گیا تو نشمن جیلے گا کل
لائی ہے رنگ اسیری بلبل ہمار میں
سو بچلیاں ہیں دامن اہل ہمار میں

جاوید غور سے جو نظر کی سوئے چمن

شامل خزاں کے رنگ کو پایا ہمار میں

بات جو آپ کے ہے پھول سرخساروئیں
مرض عشق حقیقی کا مداوا ہے محال
کس نے اس رنگ کے گل دیکھے ہیں گلزاروئیں
خود دیاں حضرت غیسی بھی ہر بیماروئیں
پھر دوبارہ کبھی تکلیف نہ دی موت کو کبھی
جتنے طائر ہیں وہ سب صورت تصویر بنے
ہے یہ انجام محبت یہ کہا بلبل نے
کوئی کیا مر گیا پھر تازہ گرفتاروئیں
ٹھکڑے اب دل کے رہا کرتے ہیں رُوئیں

کیا شب سحر نے اندھیر کیا ہے جاوید

نہ تو داغوں میں ضیا رہی نہ چمکا دُنیں

اشکوں کا اک ہجوم ہے چشمِ پیاب میں
کس حد کی ناز کی ہے رخِ لا جواب میں
قدرت خدا کی جوشِ طلاطم حباب میں
چہرہ نقاب میں ہے کہ بو ہے گلاب میں
ترسیں گے آج غیر بھی میری طرح ضرور
ہر صدمہ کش کو مل گئی راحت جہان میں
جاتی نہیں ہیں میرے ستانے کی عادیں
اتنا تو ان کی شرم سے نکلے گا کام بھی
کتا ہوں میں کہ وصل کا وعدہ نہ ہوئیں
کچھ ذکر وصل لکھ انہیں خط میں کہ لطف ہو
قاصد کے مسکرانے سے ہوتا ہے یہ گما

اک ہم تھے ایک سے جو ہے انقلاب میں
ہنس ہنس کے کہہ رہے ہیں کہ آئیں گے خواب میں
انکار وصل لکھ نہ سکیں گے جواب میں
فقرہ مٹا دیا جو لکھا تھا جواب میں
گر کچھ نہیں نہیں تو جو لکھا تھا جواب میں
اقرار وصل پہ لکھا تھا جواب میں

جاوید پھیل ملیگا تو اضع کا دھریں
جھک مثل شاخ سب جہانِ خراب میں

رنج و غم و الم نہیں سوز جگر نہیں
ویران دل کو دیکھ کے میں آج رو دیا
حسرت ہے سبھی ہے مصیبت ہے اس ہے
اچھا وہ دیکھیں تر چھی ہی نظر و نسیمیری
دل خاک میں ملا ہے کسی بے گناہ کا

کیا ہے ادھر جدھر کو تمہاری نظر نہیں
کیا تیری آرزو کے یہ سہنے کا گھر نہیں
میت کیساتھ سب ہیں ابھی بے خبر نہیں
اتنا تو ہے کہ غیر کی جانب نظر نہیں
مطلب بغیر شرم سے نیچی نظر نہیں

جھاوید کیوں تباہ ہیں اب دل کی حسرتیں
کیا ان کا میرے ساتھ لحد میں گذر نہیں

بعد نے کے فشارِ قبر سے دم بھی نہیں
سوزِ باطن بھی جہا نہیں راز دل گم نہیں
اس قدر اخفائے راز عشق کا دل کو پا

کون کہتا ہے زمیں میں آسمان ہوتا نہیں
استخوان جلتے ہیں لیکن کچھ دھوا ہوا نہیں
آگ بھڑکی ہو جگر میں پر دھوا ہوا نہیں

کیا شبِ تاریکِ فرقت میں یے داغ ہے
دل بچھا جاتا ہے پر تیرہ مکاں ہوتا نہیں

شکوہ ادا کر گئی خفا ہو گئی ناز کی
کچھ بیگینہ جو حشر میں پہنچے ہیں داد کو
کیا اے کلیم دیکھ کے آئے ہو طور پر
اک عمر سے بلاتا ہوں آتی نہیں مگر
تسکین ایسی دیتے ہیں تا بھر نہ آئے ہیں
دل کو ملا کے خاک میں بیٹھے ہیں میرے
افشاں لگی ہے مانگ پہ بھی اور جبین بھی
روتق کو اس کی لے کے گیا کون اپنا ساتھ
بکبل وہ ہوں کہ پر بھی نہیں میرے کام کے

میت مری اٹھانے میں پہلو ضرر کے ہیں
ان کو بھی اشتیاق ہمارے خبر کے ہیں
شہرے ہراک طرف کو تمہاری نظر کے ہیں
انداز موت میں بھی اسی بے خبر کے ہیں
ان کی محبتوں میں بھی پہلو ضرر کے ہیں
مشتاق آج ہم تیری تر چھی نظر کے ہیں
تائے یہ شام کے ہیں وہ تارے سحر کے ہیں
تیور ہی کچھ بچھے ہوئے شمع سحر کے ہیں
ٹوٹے ہوئے ادھر کے شکستہ ادھر کے ہیں

دیکھو محل نہیں ہے نہ ہنسنا میان بزم !

کچھ زخم اچھے ہونے پہ قلب و جگر کے ہیں

میں

برسوں سے چراغ ایک ہی جلتا ہا گھر

تھا کوئی اثر بھی مرے مرنے کی خبر میں

باقی ابھی کچھ خون کے خطرے میں جگر میں

چھوٹا سا بیبا نظر آ جاتا ہے گھر میں

زخموں کی جگہ تک نہیں باقی ہے جگر میں

یہ بکلیاں ایسی ہیں جو اب تک میں نظر میں

خود رو دیا دیکھے جو کبھی زخم جگر میں

اب تک تو کمی کچھ نہ ہوئی داغ جگر میں

ظاہر میں ہنسے وہ مگر آنسو نکل آئے

رنگ اڑنے نہ دوں گا تری تصویر کے سے

تو سب خیالات کی حد مل نہیں سکتی !

اب بڑھ نہیں سکتا غم دنیا یہ خوشی ہے

ان آنکھوں کے سرخ میں ڈوڑے نہیں بھولا

نا واقف انجام کا دل ہوتا ہے کتنا

اس دور میں آپ آئے تھے امی حاضر جاوید

جس عہد میں کچھ فرق نہ تھا عیب ہنر میں

اور پھر مرضی خدا ابھی نہیں !

تم نہیں ہو تو کیا خدا ابھی نہیں !

جب مرے درد کی دوا ابھی نہیں

میری تقدیر میں شفا ابھی نہیں

اب تو جینے کا اسرا ابھی نہیں

مجھ کو جینے سے فائدہ ابھی نہیں

نہیں معلوم کیا میں کہتا ہوں !

موت اب زندگی بھی ہے مجھ کو

سر بالیں وہ مسکراتے تھیں

تھملا تا ہے صبح کا تارا !

درد لدار پاؤں کیا جاوید

کہیں دو چار نقش پا ابھی ہیں

دل ہی وہ خوب نہیں جس میں ترار نہیں

آج رفتار میں ہر روز کا انداز نہیں

ٹوٹنے میں دل بھڑک کے آواز نہیں

وہ جگر ہی نہیں صد موسیٰ جسے سار نہیں

کہیں پامال کسی ل کو کر آئے ہو ضرور

با خبر اپنی جفاؤں پہ جہاں میں ہو وہ کیا

اب مری لاش اٹھانے کو چلے آئے۔ آج وہ ناز نہیں آج وہ انداز نہیں

غش جو آجائے تو کیا دیکھنے جاؤ جاوید

کل جو تھا آج وہ کیا چال کا انداز نہیں

بے سہما کے ہاتھ سے دل کو رہا جاتا نہیں

کچھ کہوں تو کیا کہوں کچھ بھی کہا جاتا نہیں

ان سے تو خود بھی سر محفل چھپا جاتا نہیں

سچ تو ہے دل تر پنے کا مزاجا جاتا نہیں

داورِ محشر کے آگے کچھ کہا جاتا نہیں

یاں اشاروں میں بھی حال اپنا کہا جاتا نہیں

دیکھنے میں جرم بے دیکھے رہا جاتا نہیں

اب تو بے مالے کے ہم سے رہا جاتا نہیں

یہ تو ہے تقدیر کا لکھا پڑھا جاتا نہیں

اور ارماتوں سے بھی لمس رہا جاتا نہیں

آج پردے میں کسی خود چھپا جاتا نہیں

آئے ہیں کہنے کو کچھ لیکن کہا جاتا نہیں

درد تو اٹھتا ہے اور ٹھہرے اٹھتا جا نہیں

اب تو لیلیٰ سے بھی بے دیکھے رہا جاتا نہیں

نظم میں جاوید تیری لطف بھی ہے درد بھی

جو سمجھ ہی میں نہ آئے وہ کہا جاتا نہیں

کس کام کا ہے پھر جو رگوں میں لہو نہیں

اس دن سے موت کی بھی مجھے آ نہیں

نزع میں بھی اضطراب اس قلب کا جاتا نہیں

چپ رہا جاتا نہیں محفل میں کیوں کر چپ رہا

دیکھ ہی لیتے ہیں ان دیکھنے والے نہیں

نزع میں اور ہجر میں کچھ ایک سی عاریت

تھکا تھکا چپ رہے ہیں ہجر مان عشق سب

وہ سمجھتے ہیں کہ جو تار درد تو کہتا ضرر

سج پریشاں بزم میں میری طرح میری نگاہ

ایک ن صیاد کے دل پر ہوا تھا کیوں نہ

نامہ بر سے خط مالے کر یہ فرماتے ہیں وہ

آرزو کیوں ایک نکلی اب کسی امید میں

چھڑ کرنے میں نگاہ شوق میری تہرے

طور پر موشی کو ہے پاس ادب بھی شوق بھی

اے نقاہت بستر غم پر نہ تڑپو کس طرح

دیکھ لے مجنوں تعلق دل کا بھی کیا چیز

نظم میں جاوید تیری لطف بھی ہے درد بھی

جو سمجھ ہی میں نہ آئے وہ کہا جاتا نہیں

کچھ بھی نہیں ہو پاس جو پہلو میں تو نہیں

جس دن سے یہ سنا کہ چھپلیں گے وہ حشر میں

جو یہ کہے کہ دل میں کوئی آرزو نہیں
 سمجھے جسے کوئی وہ مری گفتگو نہیں
 وہ دل ملا کہ جس میں کوئی آرزو نہیں
 جس رگ کو پھیرتا ہے اسی میں لہو نہیں

اس کے کھنکھنے کو مجھے اشتیاق ہے !
 پھر ان کا کیا قصور جو آتا نہیں ہے رحم
 پہلے ہر ایک شکر کے لازم ہے اس کا شکر
 فساد بھی خجل ہے مری فصد کھول کر

جاوید ایک راہ سے دشمن بھی دوست ہے
 تیرا غدو کلام کا تیرے غدو نہیں !

وہ آئینہ کو ہم ان کی نظر کو دیکھتے ہیں
 ہم آئینہ میں خود اپنی نظر کو دیکھتے ہیں
 ہر ایک کتنا ہے دیکھیں کہ ہر کو دیکھتے ہیں
 کبھی انھیں کبھی روئے سحر کو دیکھتے ہیں
 اب اپنی آنکھ سے نورِ نظر کو دیکھتے ہیں
 وہ آج کیوں مے زخمِ جگر کو دیکھتے ہیں
 یہ کیا کہ آہ سے پہلے اثر کو دیکھتے ہیں
 اسیر بند جو زنداں کے در کو دیکھتے ہیں
 یو ہیں وہ دیکھتے ہیں جب ادھر کو دیکھتے ہیں

کرے جو سنگ کو اب اس اثر کو دیکھتے ہیں
 یہی وہ ہے جو پڑی تھی کسی کے چہرہ پر
 اکٹھی ہوئی ہیں نگاہ اسی تما میں !
 نہ اعتبار ہے جیسے کا اور نہ مرنے کا
 پھری ہے روشنی چشم دیدہ یعقوب
 نگہ کے تیروں سے غریباں ہو گا پہلو بھی
 ابھی تو عشق نہیں ہو مگر اداس ہے دل
 سمجھ لے ہے میں کہ جیتے ہیں اور قبر میں ہیں
 جو شوق دیدہ ہے موسیٰ تو غش کا کیا شکوہ

جنھیں کہ دخل نہیں فنِ شعر سے جاوید

یہ عیب کو نہ کسی کے ہنر کو دیکھتے ہیں

شبنم جو بے بلائے چلی آئی باغ میں !
 اس وقت موت آئے قفسِ پرواز میں
 جو دل میں سوز ہے وہ نہیں ہو چراغ میں
 اک دن بہار بن کے جو تم آؤ باغ میں

گل مسکرائے بڑھ گئی نخوتِ دماغ میں
 نکلے جو دم اسیر کا تو بولے گل کے ساتھ
 دن کو بچھا ہوا ہے تو جلتا ہے رات کو
 شرماء کے جائے یوں کہ نہ آئے کبھی خزاں

اب کیا یہ چاہتے ہو کہ غش سے کوئی اٹھائے
تقدیر دیکھئے کہ نہ آئی بہار بھی
ارمان پھر ہوا ہے کوئی ہمان دل
پھر آئے ہر طرف مری حسرت بھری نگاہ
صیاد کل سے آئے ہوئے ہیں جگر کے داغ
ظلم آبلہ آخر کو ٹوٹا دسرفانی میں
نظر کا خوف ہو ظالم پسینہ پونچھتے تھے کا
کبھی کی دیکھ کر تصویر روزِ آگیا آخر
گلے ملتے ہیں جس میں را کی نیندیں بھی اڑ جائیں
وہیں پر اس کا یہ کہنا کہ کس پر جادوئی سن
دل بتیاب مضطرب جس جدھر آیا ادھر آیا
کیلجے کی رگیں کھینچنے لگیں ہو ٹونہ دم آیا
نہ اتنا بھی سمجھنے پائے دل میں حسرتیں کیا ہیں
ہے قصہ مختصر اس نے نہ پوچھا مر گیا کوئی
کیلجہ تھام کر دیوس ہم دنیا سے جاتے ہیں

موسیٰ یہ کیا سمائی ہوئی ہے دماغ میں
ہم سے اسیر جا کے ہے جیسے باغ میں
پھراک چمک اٹھی کلیجہ کے داغ میں
صیاد اتنی دیر تو رہنے دے باغ میں
ہم خود سمجھ گئے کہ بہار آئی باغ میں
لہو میں یہ لہو تھا اور پانی تھا یہ پانی
اسے ظالم کہیں چلتے ہیں یو فصل جوانی میں
پتہ دیتی ہے یہ اتنا کہ ہنستے تھے جوانی میں
جفا کا کوئی پہلو ہے تمہاری ہنرتی میں
جہاں پر ذکر مر جانیکا تھا میری کہانی میں
وہ عالم ہے کہ جو ہوتا ہوا دور یا کئی دہائی میں
کسی نے لی جو انگریزانی ادھر خوش جوانی میں
ادھر خوش آئے موت آئی ادھر فصل جوانی میں
بہت اے قصہ گو کیوں طول دیتا ہو کہانی میں
اجل کا اک آنا اور وہ بھی نو جوانی میں

میں رو دیا کہ روتے روتے نذر روت کیں انکھیں
یہ مطلع لکھ دو اے جاوید دیوانِ معانی میں

واہ اپنوں کی نگاہیں پھر گئیں !
چشم ساقی نے اشارہ کیا کیا !
مرتے دم برگشتگی بخت سے
بیس بیس اے جسم فسوں ساز الحذر
تابہ لب آ کے آئیں بھر گئیں !
کیوں یستوں کی نگاہیں پھر گئیں
دونوں آنکھوں کی نگاہیں پھر گئیں
ابتو عالم کی نگاہیں پھر گئیں

ردیف و

ہے فرزاں جو دل شمع تو رونق ہے ضرور
 آشیانہ مراد سینے کے بھی قابل نہ رہا
 اب تو ہوتی ہے یہی رائے کی جل جانے دو
 جل چکا نصف تو باقی کو بھی جل جانے دو
 وقت یہ کون ہے غیروں سے گلے ملنے کا
 بدگمانی نہ بار بار کرو !
 وہ نہ آئے اجل قریب آئی
 آنسو آنکھوں سے نکلے آئے پس
 اک ذرا دور جنازہ تو نکل جانے دو
 میسر مرنے کا اعتبار کرو
 صبر ہوئی اب نہ انتظار کرو
 تم شکایت نہ بار بار کرو
 تا قیامت تو انتظار کرو
 اور تکلیف ایک بار کرو
 کیوں ہر ایک کو امیدوار کرو
 اور عالم کو بقیرار کرو

سن لو جاوید کا بھی افسانہ

کون کہتا ہے اعتبار کرو

ہوئی ہے ذبح کے بعدیسی آرزو کس کو
 میانِ حشر ہر اک سر جھکائے ہے اپنا
 نکل کے ڈھونڈھ رہا ہے مرا لہو کس کو
 کہ دیکھئے وہ بلاتے ہیں سورہ کس کو
 یہ فکر ہے کہ تائے گاکل سے تو کس کو
 جگہ ملی تھی قریب رگ گلو کس کو
 کسے کلیم نے پایا تھا کوہ طور سے دور
 ہوا کی چھپرے سے باہر ہوئی یہ جانے سے
 وہ منہ چھپائے ہیں محشر میں دو لونا تھو

پسند آئے گی ایسے کی گفتگو کس کو
جلی ہے لے کے زمانہ سے آرزو کس کو
میں دیکھتا ہوں تجھے دیکھتا ہوں تو کس کو

جو اپنی بات کا مطلب نہ خود سمجھتا ہو
سحر کا چاک گریباں چھپ رہے ہیں خیم
نہ منہ کو پھیر کے کر ذبح رشک ہوتا ہو

تر تھپی نظر ہو سرمہ دنیا دار ہو
دیکھیں تو کس پہ رحمت پرور گار ہو
جس کو کہ غش نہ آئے وہ کیا ہوشیار ہو
یہ سوچ ہے کہ دیکھئے کس کی پکار ہو
دیکھوں یہ تیر کس کے کلیجہ کے پار ہو
تم بھی کسی کے غم میں اگر سو گوار ہو
یہ بھی کہیں نہ ان کی نزاکت پہ بار ہو
اس سے بھی ہو فراق تو سینہ فگار ہو
کھلتا ہے راز دوست اب اب ہوشیار ہو

اب جو ہوا اے کریم وہ زیر مزار ہو

جاوید یہ کلام میں دیکھا نہیں ہے درد

کیونکہ نہ ہر طرف کو تمہاری پکار ہو

کوئی اس طرح سے جائے کہ ہشیار نہ ہو

یوں کوئی محو تماشائے ریح یار نہ ہو

آمدِ فصلِ جوانی سے وہ ہشیار نہ ہو

تو بہ اس حسن کا اور کوئی خریدار نہ ہو

آپ جاوید بجالا چکے ارشاد امیر
طرح گر خوب ہو تو فکر بھی بیکار نہ ہو

کیا ان کو گر کسی کا کلیجہ فگار ہو
خشر میں بیگنا ہوں بولے کہنگار
اپنی جگہ پہ حضرت موسیٰ کو بھی دنا
بجرم کھڑے ہیں سر کو جھکائے میان خشر
اپنی نگاہ آئینہ میں دیکھتے تو ہیں
کس کس کو دیکھو پتی ہے مرنے کی آرزو
گریوں نہیں تو خیر تصور ہی میں وہ آئیں
محبوب کی طرح مرے پیلوں میں درد ہے
موسلی پہ غش کی دیر کسی کے خلاف ہے
تاوت میں چھپا لیا منہ کو یہ شرم ہے

جاوید یہ کلام میں دیکھا نہیں ہے درد

کیونکہ نہ ہر طرف کو تمہاری پکار ہو

کوئی اس طرح سے جاگے کہ نہ اے کبھی نیند

رہ گیا آئینہ خود چشم متناہن کے

یوں ہیں بچپن ابھی رہتا تو بیت بہتر تھا

آئینہ دیکھ کے بے ساختہ کہہ بیٹھے ہیں

آپ جاوید بجالا چکے ارشاد امیر

طرح گر خوب ہو تو فکر بھی بیکار نہ ہو

نوشی ہے دل کی ذرا دیکھ بھال لے مجھ کو
 نہ بخود کی شکایت نہ غش کا ہوش کو
 ترپ رہی ہے ہر اک موج رو رہے ہیں جہاں
 کہاں کی موت کہاں کی غشی کہاں کا رخص
 پکارتا ہے کلیجہ سنبھال لے مجھ کو
 میں دیکھ لوں تجھے اتنا سنبھال لے مجھ کو
 میں ڈوبتا ہوں کوئی تو نکال لے مجھ کو
 ابھی سنبھلتا ہوں گر وہ سنبھال لے مجھ کو

وہ میرے دفن سے جاوید ہاتھ اٹھائے مگر

کہے گی لاش کا ظالم سنبھال لے مجھ کو

جو ایسی خوش نصیبی ہو تو کیوں کر ترک شیون ہو !

اگر ہو آنکھ میں آنسو تو منہ پر اُن کا دامن ہو

قدم بے مقصد اٹھ جائیں گے میرے دل کی دھڑکن

وہاں پر کیوں چلے کوئی جہاں بیکس کا مدفن ہو

یہاں کا ذکر کیا محشر تلک ہمراہ صہیں دونوں

کسی کا خون ناحق ہو کسی ظالم کا دامن ہو

وہیں جاتی ہے بوئے غنچہ تر مجھ سے ملنے کو

جہاں صیاد پہلے تھا وہیں اب بھی نشمن ہو

فسردہ داغ گو ہے روشنی لیکن نہیں کھٹکتی

چراغ ایسا نہیں کوئی جو بجھنے پر بھی روشن ہو

وہ میری لاش کے ہمراہ سر کے بال کھولے ہیں

یہی مد نظر ہے دم نکلنے پر بھی الجھن ہو

برابر ہوتی ہے تکلیف کچھ جاوید دونوں سے

برابر ہی کیا ہے کوئی دوست ہو تیرا کہ دشمن ہو

یہ کیا ہے اک ذرا دل کو سنبھالو
 ہماری لاش تو پہلے اٹھا لو !

مجھے بھی امتحان اپنا ہے منظور !
 جہاں تک ہو سکے تم سے سناؤ !
 کسی کی بزم کیوں ویران کر دو
 کسی کے دل کے کیوں ارمان نکالو

شب تاریک سہرا آتی ہے جاوید

حیرانوں کو سویرے سے جلا لو

چپ جو رہتا ہو تو ایک ٹھیر کے جاتے ہیں
 حال کہتا ہوں تو کہتے ہیں سناتے کیوں ہیں
 مجھ ہی مکتب پرودہ ہے تو دیکھوں گا میں
 دامن سے تم مٹھ کو چھپاتے کیوں ہیں
 شاہد حال ہے ماتھے کا پسینہ سر پر
 درد اس حد کا ہے دلیں تو چھپاتے کیوں ہیں

پھر گئے دوست بھی قسمت کی طرح اے جاوید

خیر کچھ شعر کہے ہیں تو سناتے کیوں ہیں

نا امید ہو جو صحت تو خونبار نہ ہو
 زخم احسان کش مرہم زنگار نہ ہو
 عادت ظلم یہ کہتی ہے کہ اٹھ دیر نہ کر
 نیند کہتی ہے جوانی کی کہ ہشیار نہ ہو
 جس کے چہرے کو وہ دیتے ہوں ہوادامن
 ہوش بھی ایسے کو آجائے تو ہشیار نہ ہو

غش کے حیلہ سے نہ دیکھا کہ نہ پھر آئے گا چین

اے کلیم آپ سے بڑھ کر کوئی ہشیار نہ ہو

رحم کھاتے کبھی دیکھا نہیں جلا دو کو !
 کب مجھے قید کیا طول اسیر مٹی بکھو !
 حشر برپا کروں دنیا میں خدا چاہے اگر
 بلبلیں خوف پتوں میں جو چھپ جاتی ہیں
 باغ سے فصل بہاری میں چلے جب لکیر
 مسکراتے ہیں وہ سن کر مری فریادوں کو
 وہ زمانہ بھی رہا یاد نہ صیادوں کو
 بے اثر سمجھے ہیں یہ بت مری فریادوں کو
 شاخیں جھک جھک کے بتا دیتی ہیں صیادوں کو
 بلبلیں یاس سے تیکنے لگیں صیادوں کو

رحم آتا ہے ہر اک شخص کے دکھلا کو

خود بھی جاتے ہیں لمحہ تک مرے پنچا کو

جب نہیں شیشہ دل میں جو کوئی لائے شراب
 منہ لگاتے نہیں وہ خاک کے پیمانے کو
 کچھ سبب ہوتے ہیں پیرا جو بری قسمت
 غیبر ہاتھ سے گردش ہوئی پیمانے کو
 اس کی مشتاق ہے خود فصل بہار گلش
 موسم گل میں کر و قید نہ دیوانے کو
 میری قسمت کو ذرا یاد ہی کر لیں سیکش
 گردش بزم میں جس وقت ہوں پیمانے کو
 اس سے بہتر کوئی جادوید نہیں صاحب شوق

دل کو میں بھیجتا ہوں یار کے بلوانے کو

پہچان میری خاک ہے مگر بھیکسی نہ ہو
 اچھا تو ہے کہ قبر پہ کچھ روشنی نہ ہو
 ہاتھ اپنے دل پہ رکھیں صاحبان درد
 وہ داستان کہوں جو کسی نے سنی نہ ہو
 کب کے سبب ہیں جوش میں شیشہ شراب کے
 ان پر نگاہ مست کسی کی پڑی نہ ہو
 پچھلے کو شمع کہتی ہے وقت امتحان کا ہے
 اے اشک اب تو سوزِ جگر میں کمی نہ ہو
 رکھے ہیں ہاتھ سینہ پہ وہ بہرامتیاں
 کہتا ہے دل کہ دردِ جگر میں کمی نہ ہو

جاوید حوصلے ہیں ہزاروں شب وصال

میں انکو لاکھ لاکھ نکالوں کمی نہ ہو

مرنے کی میسر دے کے خبر دیکھ لے کوئی
 سب کو تو ہو یقین مگر ان کو یقین نہ ہو
 رونے پہ میرے لوگ زمانے کے روتے ہیں
 مجھ کو نہ غم ہو تو کوئی اند وہ گئی نہ ہو
 اب ان کے جھوٹے وعدوں پہ بھگنا ہوا دل
 سچ بھی اگر کہیں تو کسی کو یقین نہ ہو
 اے ضبط دل بھی تھا سنے کا ہو گناہ اشتباہ
 سینہ پہ میرا ہاتھ دیم واپس نہ ہو
 آتا ہے دلیں غیبر کے وعدے کا بھی خیال
 کیوں کر کہوں کہ لب پہ کسی نہیں نہ ہو
 آواز ساتھ چھوڑ دے نالے کروا اگر
 چپکے سے روؤں مگر تو کسی کو یقین نہ ہو
 دیدے کے جان پھر میں کھویا اعتبار
 اب مر بھی جاؤں میں تو کسی کو یقین نہ ہو
 وہ کیا مرے جو موت بھی پوچھے نہ جس کی بات
 وہ کیا جھے کہ جس کا ٹھکانا کہیں نہ ہو

جاوید مل کے بزم میں سبھیں گے اہل فن
آئیں تو حاسدوں کا ٹھکانا کہیں نہ ہو

دیکھیں کسی کو قلب کسی کا نشاۃ ہو
آنسو بہانے کا بھی تو کوئی بہانہ ہو
ہر شاخ پر چین کی مرا آشیانہ ہو
پھر برق ادھر گرے جدھر آشیانہ ہو
تم دوست ہو اگر تو عداک زمانہ ہو
لیں جان ادا سے بھی تو قضا کا بہانہ ہو
یاد بھاری قید کو اتنا زمانہ ہو
ناساز اس قدر تو ہوا اے زمانہ ہو

کیونکر نہ طرفہ ان کی نگہ کا فسانہ ہو
بہتر ہے اپنے دل کو دکھا دو میں آپ ہی
اللہ ری ہو جس کہ یہ کہتی ہے عند لب
دیکھوں تو آسمان کا کتنا ہے وصلہ
دشمن ہو تم تو سب کی برائے دلی مراد
الزام کس طرح سے حسینوں کو دے کوئی
کس جرم پر اسیر کیا تھا وہ بھول جائے
زخموں میں نہیں ہو جو بھرو آہ سر بھی

جاوید کیا بتاؤں کس آفت میں جان ہے
کہتے ہیں لوگ یہ بھی غزل عاشقانہ ہو

یہ کون دیکھ رہا ہے تمہیں ادھر دیکھو
ہماری لاش جدھر ہے نہ تم ادھر دیکھو

سے کس کا آئینہ میں عکس جلوہ گر دیکھو
کلیجہ شق ہو جو حسرت بھری نظر دیکھو

ایسا اثر ہو جس پہ فدا سب کی جان ہو
سوا ہوں وہ جو قصہ فرقت بیان ہو
سے زمین میں ابھی کہ چلو چل کے سوئیں بھی
اک دن بگاڑ دی ہیں مے دل کی عادی

تیرا بیان اور مری داستان ہو
مرنے سے پہلے ہماری زبان ہو
پھر کیا ہو گریز میں بھی آسمان ہو
اب روز چاہتا ہوں کہ وہ میرا ہو

اپنی جگہ پہ اک یہی پہچان اس کی ہے
سب آرزوئیں اور یوں جب وہ جوان ہو

(سادا لفظ)

بگڑی تقدیر مرغیر کی تقدیر کے ساتھ
 مضطرب دل کا اثر یہ ہے ترے پیکار پر
 رنگ تصویر کا اڑنے لگا تصویر کیسا
 کام لیں لوگ اگر چشم حقیقت میں سے
 حرکت قلب کو یا پور ہی تیر کیسا
 مجھ کو قیدی وہ بناتے ہیں ہمیشہ کیلئے
 دیکھ لیں ی نگ کو تری تصویر کیسا
 سب کے چہرہ و نیہ بجالی تھی کبھی یاں کبھی
 حشر بھی ہو گا تو ہو گا اسی زحیر کیسا
 رنگ محفل کا بدلتا رہا تقدیر کیسا
 اسے کافر کسی حیلہ سے خدا کو بھی پکا
 کاتا ہے تو کلا کاٹ لے تعمیر کیسا
 وہ کلیجہ تھا کہ دل تھا یہ بتا دظالم
 کچھ مے سینہ نکلاتا ابھی تیر کیسا

دیکھ جاوید یو نہیں شجر مرنے کے کہنا

عشق اصلی جو تجھے ہی سخن میر کے ساتھ

چھڑھ وقت کی اچھی نہیں بسمل کیسا
 بے زبانی تھی مری خود با اظہار شو
 کیوں بناوٹ سے ہنسا کرتے ہو رو دل
 تیرہ سختی میں کوئی دل سوزاتا بھی تھا
 میری خاموشی کیا کرتی تھی باتیں دل
 آج پھر باتیں کرینگے سبھ ڈر دل کیسا
 شمع اک شب بھری محفل میں یہ دل کیسا
 خاک میں سب تیں ملتی ہیں یہ دل کیسا
 آج پھر باتیں کرینگے سبھ ڈر دل کیسا
 بسملوں کا دم نکلتا ہے بڑی مشکل کیسا
 اس کی گھرائی ہوئی صورت پر بخشے سب گناہ
 عرصہ شرم میں آیا تھا کیوں قل کیسا
 کچھ سلی دیکے عادت بھی بگاری اپنے
 یہ محبت بھی عداوت تھی ہمار دل کیسا
 ٹوٹ جائیگا بس اتنی باتیں زک ہو یہ
 نام کیوں شیشہ کا لیتے ہو ہمار دل کیسا
 دیکھے قسمت کہ موائی تو وہ بھی اے
 دم بھی مجھے کہنت کا نکلے گا اب مشکل کیسا
 تم کو کیا آتا ہو اے جاوید کیوں اتنا ناز
 خیر کہ وہ شجر کچھ اچھے برے شکل کے ساتھ

روایتی

نہ دل میں سوزشِ غم ہونہ کوئی داغ جلے
سحر کے ہوتے ہی کچھ اور دل کے داغ جلے
کسی نے آگ لگا دی تو دل کے داغ جلے
شبِ فراق نے کی ان پہ بھی جفا میری طرح
اب ان کا ساتھ بھی دینے کے میں نہیں قابل

سحر کو جائے اور آئے چہر داغ جلے
کہیں چراغ بجھے اور کہیں چہر داغ جلے
کوئی اگر نہ جلائے تو کیوں چراغ جلے
یہ آچکی تھی میرے گھر میں جب چراغ جلے
وہ دل بجھا ہوا یاد آیا جب چراغ جلے

شبِ فراق کی آمد کا ڈر نہ تھا جاوید
چراغ جلنے نہ پائے کہ سب چراغ جلے

نہیں کھلتا کہ مجھ کو فکر یہ ہر بار کیسی ہے
نقاب لہوئے روشن اس قمر نے کیا اٹھالی ہے
ادھر تقدیر ہے میری ادھر حشریم تنہا ہے
اگر گردِ دورت یوں نہ بڑھتی تو نہ وہ کہتے

جسے زیب کمر رکھتے ہو یہ تلوار کیسی ہے
یہ کم کم چاندنی شب کو سردیوار کیسی ہے
وہ خوابیدہ ہے کیسی اور یہ بیدار کیسی ہے
زیں ہے دل کی افتادہ تو پھر دیوار کیسی ہے

دل غافل سے اپنے حضرت جاوید پوچھو تو
مجھے یہ آجکل غفلت سی اے ہشیار کیسی ہے

آنکھ نیچی کر ستمگرہ دیکھ کے
دل بھر آیا خالی بستر دیکھ کے
ہنس دیا مجھ کو ستمگرہ دیکھ کے
دیکھا شیشہ کو جو پتھر دیکھ کے

ہنستے ہیں تجھ کو گل تر دیکھ کے
سونے والے اس کے سوئے زیرِ خاک
یوں مٹا یا میرے سرونے کا اثر
ہاتھ دونوں میں نے دل پر رکھ لئے

اک جنوں سا ہو گیا فساد کو دنگ ہے ہر رگ میں فشر دلی کے
 ترک مے جاوید کیا آسان ہے ترک مے جاوید کیا آسان ہے
 دل لہو ہوتا ہے حسا غور دیکھ کے

کچھ بس نہیں ہے ناز کی طبع یار سے کچھ بس نہیں ہے ناز کی طبع یار سے
 بڑھنے کا اب بجا ہے گلزار فیا سے بڑھنے کا اب بجا ہے گلزار فیا سے
 کوئی مری لحد پہ چلے کیوں ستم کی چال کوئی مری لحد پہ چلے کیوں ستم کی چال
 مرنے پہ بھی کھلی ہوئی آنکھیں گواہ ہیں مرنے پہ بھی کھلی ہوئی آنکھیں گواہ ہیں
 اپنی صدا پہ بھی تری آواز کا ہے شک اپنی صدا پہ بھی تری آواز کا ہے شک
 ہے دل کے ساتھ داغ بھی تربت میں تاج ہے دل کے ساتھ داغ بھی تربت میں تاج

جاوید باغِ خلد کی سیریں ہیں اور ہم
 مایوس کیوں ہوں رحمت پرورگار سے

شب فراق میں یہ دل سے گفتگو کیا ہے شب فراق میں یہ دل سے گفتگو کیا ہے
 رگیں تمام بدن کی ادھر کو کھینچتی ہیں رگیں تمام بدن کی ادھر کو کھینچتی ہیں
 شکست آبلہ پائے آبرورکھ لی شکست آبلہ پائے آبرورکھ لی
 میں اپنی موت پہ راضی وہ لاش اٹھاپے میں اپنی موت پہ راضی وہ لاش اٹھاپے
 یہ کس کو آئینہ میں آپ دیکھے جاتے ہیں یہ کس کو آئینہ میں آپ دیکھے جاتے ہیں

سب بھی پوچھے لو انکی ضدوں سے جاوید

رلا رلا کے ہنسائیں یہ ان کی خو کیا ہے

لحد بنا چکا ہر ایک نقشِ پامیری لحد بنا چکا ہر ایک نقشِ پامیری
 دبی زبان سے وہ کہتے ہیں عاشق کو دبی زبان سے وہ کہتے ہیں عاشق کو
 خراب ہو گئی عادت مزاج ہو گیا او خراب ہو گئی عادت مزاج ہو گیا او

وہ دو قدم جو چلے آگئی قضا میری
 یہ ڈر بھی ہے کہ نہ سن لے کہیں خدامیری
 قبول ہو گئی اک بار کیوں دعا میری

اثر سے یاس ہوئی ہے تو خود بھی قائل ہوں
کہاں پہ باتوں میں بہلا لیا ستم کرنے
ادا سے دیکھ لو کوئی نہ پھر ہے شکوہ
ہوئی ہے دشمن جاں یہ بھی بیوفا میری
یہ کس کے رعب آتا نہ تھا قریب کوئی
ادائیں کس نے سکھائی ہیں اسکو اے جاوید
کہ ہر کو چھپ رہی آئی ہوئی قضا میری

چلو کیا کام ہے اس داستاں سے
وہاں جا کر رہی وہ بھی نہ باقی
خوشی نے تمہاری بات رکھ لی
مری تصویر اور چہرے پر سرخی
دیر زنداں کبھی کھلنے نہ پایا
یقین جس کو نہ ہو وہ کہہ کے دیکھے
یہ کہنے کو ہوا ہوں مر کے خاموش
کہا یہ جھوٹ ان سے ہو گیا وصل
وہ فقرہ نزع میں سن لو تو اچھا
جدھر دیکھو ہے بوئے گل پریشاں
چلو جاوید ایسے بوستاں سے

شب وصال جو وہ مجھ پہ ہر باہو
یہ دل نے کیوں کہا کیا جانیں کیا گمان ہو
ہمیں کہتے ہیں ہم لاش اٹھائیں گے تیرے
وفا کے جتنے تھے قصے وہ سب بیان ہوئے
نہ دیکھیں آئینہ اب آپ بھی جواہر ہوئے
نئے طریق سے وہ ہم پہ ہر بان ہوئے

ترے قدم کے جہاں راہ میں نشا ہوئے
 کہو تو جھوٹ یہ کہہ دو کہ تم جوان ہوئے
 وہ پھول جو کہ کھلے تھے جن کی جا ہوئے
 کٹی یہ رات نہ پوری کہ تم جوان ہوئے
 بہار باغ میں آئی تو تم جوان ہوئے
 ہنسی کچھ آگئی جس وقت وہ جوان ہوئے

وہیں پہ دفن کی ہم نے وصیتیں کر دیں
 یہ بچنے کی ضدیں گر نہیں تو رہے کیا
 کسی پر آئے کہیں ہو غضب کی شے ہر شے
 درازی کہ شبِ فرقت کا حال کیوں پوچھو
 حبسِ جواب بھی دیتے ہیں ایک سن کے بچے
 یہ کیا سبب ہے کہ تصویر کے بھی چہرے

اب آج دیکھ لو جاویدِ حدِ محبت کی
 جو میری قبر پہ آئے تو مہربان ہوئے

ہم آج آئینہ کو دیکھ کر بحال ہوئے
 مریض دیکھ کیوں آ کر بحال ہوئے
 انھیں خوشی ہوئی ہم کو اگر ملا ہوئے
 ذرا ذرا سے پیر وہ شبِ صال ہوئے
 ہوئے جو ذبح تو ہم طرحِ حلال ہوئے
 اب اور یاد نہیں کس قدر ملال ہوئے
 اب آج مرجو گئے ہم تو وہ بکا ہوئے
 یہ وہ چھری تھی جسے دیکھ کر حلال ہوئے
 تیری ہنسی یہیں لاکھ احتمال ہوئے

ابھی دلوں میں جگہ ہے یہ احتمال ہوئے
 وہی ہوا کہ عیاد بھی کر کے پھٹائے
 ہم اپنے رنج سے آخر میں گئے راضی
 شبِ فراق قیامت کا طول تھا جن میں
 لہو بھرا ہوا خنجر تھا رقیب کا بھی
 ہر ایک نفس نے گرہ رشتہ جیساں دی
 تمام غم کے قصوں کی داد خوب ملی
 ہمیں تو سرمہِ نبالہ دار نے مارا
 جواب خندہ گل تھا کہ برق کی چشمک

محلِ اسیروں کی اب قید کا نہیں جاوید
 اتاریں طوقِ گلے سے کہ سب حلال ہوئے

پھر خموشی لحد کا کیوں نہ افسانہ رہے
 یہ دکان چلتی رہے آبادِ میخانہ رہے

میں رہوں لیکن نہ لب پر ذکرِ جانانہ رہے
 اس طرف آنکلی یہ کہتے فقیر اللہ کے

ایک شکوہ سحر کا اس کو بھی کر دیا
جس کی باتوں سے سنا ہے وہ بھل جاتے ہیں کچھ
مفت کا احسان کھے لاش کو کھیریں سب
گر رگیں کھچ کھچ کے دم نکلے تو کیوں کوئی
جان دیکر ہم لیا تک آئے ہیں کچھ سوچ کر
سارے فرقہ میں کیوں تصویر جانے رہے
ہوش بھی ایسے کو آئے گر تو دیوانہ رہے
تم اگر اٹھ جاؤ تو اپنا نہ بیگانہ رہے
اور یو ہیں دو قدم تک پل مستار رہے
میرے گھر میں کچھ دنوں تو جم کے دیر نہ رہے
قبر میں جاوید کب سے ہیں لب گفنا بند
وہم کی جا ہو تو کیونکر ذکر جانا مار رہے

حشر کے دن بھی کہیں دل کے نہ ارا گئے
ایک ہی سمت کو ہیں سب کی نگاہیں
میں تو اک قبر کی چاریں ہزار وہی پھو
موت اور غفلت میں کوئی فرق بھی ہوتا ضرور
پہلے فریاد پہ ہر اک کی ترس آتا تھا
دم نہ ہونے پہ قیامت میں چلا آیا ہوں
دل پہ رکھتا نہیں تسکین کو بھی بات کوئی
دل پہ جاوید کی خوبی کے ٹپے سن گئے
جتنے دراصل ہیں استاد وہ مان گئے

سان گرد و سرا سیمہ ہو گئے ہوتے
گناہ گارِ نجالت سے رو گئے ہوتے
وہ ہوتے اور بھی افشائے راز سے برہم
ہماری ان کی اگر ہوتی ایک سی عادت
دلوں کے تم نے نہ ارمان نکالے خوب کیا
تمہارے ڈھونڈھنے میں ہم تو کھو گئے ہوتے
یہیں یہ دفترِ اعمال دھو گئے غم ہوتے
ہمارے اشک ہمیں کو ڈبو گئے ہوتے
کلام لاکھوں اشاروں میں ہو گئے ہوتے
مکان یہ مفت میں ویران ہو گئے ہوتے

ہمیں کہیں کا نہ رکھایہ کیا کیا تم نے
ادائے گل پہ اگر آپ کو ہنسی آتی
گماں غلط ہے کہ بھرپور وہ جوان ہو
بس اتنی بات میں عشاق ان کے چوک گئے

نہ چلتے وقت گلے مل کے رو گئے ہوتے
ہزاروں چاک گریبان ہو گئے ہوتے
قبائے جسم کے ٹکڑے نہ ہو گئے ہوتے
جو مر رہے تھے تو صدقے بھی ہو گئے ہوتے

اگرے سمائیں رگوں میں تو وہ لہو بن کے
دل و جگر کا پتہ آج تک تو چلتا ہے
کچھ آج حسن کو یوسف کے دیکھ کر یہ کھلا
رگیں بھی کھچتی ہیں دم بھی مرا نکلتا ہے

ہیں جو دل میں تو رہ جائیں آنہ و بن کے
جو آنکھیں ہیں تو نکل جائیں گے لہو بن کے
کہ رہ گئی تری تصویر موہو بن کے
ارے نہ سمجھ سہر بزم آج تو بن کے

اسی سبب سے کلیجہ بھی خون ہے جاوید
خدا نہ کردہ بگڑ جائے ابرو بن کے

ہم جو اس در سے اٹھیں گے تو کدھر جائیں گے
اب اگر موت نہ آئیگی تو مرجائیں گے!
اتنی مدت میں بھی کیا زخم نہ بھر جائیں گے
آئیں گے قبر پہ میری تو ٹھہر جائیں گے
اب لقیں انکو نہ آئے گا جو مرجائیں گے!
ان کو سینہ سے لگا لو نہیں مرجائیں گے!
اب کہاں تک یہ ترے تیر نظر جائیں گے!
گر وہاں بھی نہ ملے تم تو کدھر جائیں گے!
چار دن زیست کے ہر طرح گذر جائیں گے

ان کو تو سہل ہے وہ غیر کے گھر جائیں گے
کیا کہیں کس سے کہیں ہجر کی ایذاؤں کو
کس پتہ سے مجھے محشر میں وہ پہچانیں گے
کہتی ہے گورِ غریباں میں یہ رفتار انہی
روز ہم ہجر میں مرتے تھے غضب تو ہو ہی
غیر کہتے ہیں ترس کھا کے مری حالت پر
داورِ حشر نے بھی تیری شکایت سن لی
اک فقط حشر کے دیدار پہ ہم مرتے ہیں
کبھی روئیں گے ہنسیں گے کبھی ہم صوتِ زخم

کوئی جاوید نہ پھر نام وفا کا لے گا
تم سے دو چار جو دنیا سے گذر جائیں گے

کہتے ہیں تجھ کو دید کی مسرت نہیں ہی
 کیا جانیں بے خودی میں نکلتا زباں سے
 یہ جھوٹ ہے کہ ہجر میں آتی نہیں ہنسی
 لاکھوں ہی ناز اٹھائے ہزاروں ہی زخم سے
 کیا آئینہ نے دیکھ لیا منہ حضور کا
 ٹٹانکے ہزار بار جو ٹوٹے ہیں زخم کے
 اب کیا نقاب رخ سے اٹھاو گے حشر سے

اب تیری آنکھ میں بھی مروت نہیں رہی
 اچھا ہوا کلام کی طاقت نہیں رہی
 یہ سچ ہے ہم کو ہنسنے کی عادت نہیں رہی
 اب دلیں غم اٹھانے کی طاقت نہیں رہی
 جو کل تلک تھی آج وہ صورت نہیں رہی
 بے اختیار ہنسنے کی عادت نہیں رہی
 وہ تم نہیں رہے وہ مروت نہیں رہی

ان کو وفائے وعدہ اغیار ہے پسند
 جاوید کیا کہوں کہ مروت نہیں رہی

قبر میں دیکھ رہا ہوں میں ادائیں انکی
 سنی باتوں میں بھی سننا ہوں اسی کی آواز
 کب سوز غم سے ملتے ہیں پہلو بیان کے
 دھوکا ہوا تھا کچھ دل افتادہ پر ضرور
 یا وصل کا بیان ہے یا ذکر کہ خبر ہے
 افشاں جہاں گرمی تھے ملتے تھے جھوٹ
 فساد نے علاج کے پردے میں کی دغا
 سو بار کہہ چکا کہ نکلتا ہے پچھ کے دم
 دھوکا دیا تھا خوب دل داغدار نے

کوئی لے لے مری جانب سے بلائیں انکی
 میرے کانوں میں بھری ہیں جو صدا میں انکی
 دل کو جلانے دیتے ہیں کانٹے زبان کے
 چوما تھا میں نے نقش قدم تیرا جان کے
 تم سننے والے کون مری داستان کے
 تالے وہیں پہ ٹوٹ پڑے آسمان کے
 نشتر چھو رہا تھا مے جان جان کے
 انگریزائی کی پھر آپ نے سینہ کوتان کے
 اس نے اٹھالیا تھا اسے پھول جان کے

مدت کے بعد کہہ دئے جاوید حیدر شاعر

دل میں خیال آجو گئے امتحان کے

کس کام کا پردہ کوئی دیکھے کوئی تر سے

سب دیکھتے ہیں چھپتے ہو عاشق کی نظر سے

جو عشق کا انجام ہے معلوم ہوا آج
کیوں آئینہ نے رخ کی طرف شوق بکھیا
گردن کے دامن جو وہ بڑھتا ہے پرقتل
معلوم یہ ہوتا ہے کہ دل صاف ہو باطل
تو دلیں سمجھتا ہے نہیں رنج کہے کیا
پہلے ہی ملاقات ہوئی دردِ جگر سے
دل کھاتے ہیں کیسا بھی غم کے آئینے
تلوار لپٹ جاتی ہے ظالم کی کمر سے
مل جاتی ہے جس وقت نظر انکی نظر سے
یاں بات بھی کر سکتے نہیں ہیں تیرے ڈر سے

جہاں دید یہ سچ ہے کہ عجب چیز ہے بچپن !

وہ مجھے لپٹ جاتے ہیں خود میرے ہی ڈر سے

تلواریں ہوں کہ تیر ہوں سپہ سہم لگائے
بکھرا کے زلف کو نہ جنازے پہ آئے
تربت میں ہو رہا ہے دوبارہ مجھے فشا
ہنگامِ ذبح یا س کی نظریں نہ ہو پائیں
قد نہ جفا کا بھی ہو وفا کی طرح تمام
دل میں جگر میں حشیم میں جلوہ ہے ایک
بجلی گرے گی آج کسی یدِ نصیب پر
یہ کس نے کہہ دیا تھا کہ یوں مسکرائے
اس تیرگی میں لاش نہ اٹھے گی بے
غیردوں کو اس طرح نہ گلے سے لگائے
یہ وقت امتحان ہے مراد دل بڑھائے
اک دو قدم نہ ساتھ جنازے کے آئے
پردہ ہٹا کے شوق سے صورت دکھائے
ہم نے کلیجہ تھام لیا مسکرائے

جہاں دید کس ادا سے وہ کہتے ہیں بار بار

ہم بھی سنیں گے شعر ہمیں بھی سنائیے

اس کو بھی رہتے دوں عہدِ ناتوانی کیلئے
پر نہیں سکتی ہے اپنے حسن پر یوں تو نظر
بچپن سے آنکھ میں سرمہ لگانا کیا ضرور
ایک قطرہ خون کا دلیں جو باقی ہے تو کیا
تم نہ ہنستے تو نہ آتی مجھ سے ملنے کو چل
دیکھ کر تصویرِ روؤں کا جوانی کیلئے
آئینہ اک لے رکھو سیرِ جوانی کے لئے
تیرگی رہنے دے یہ شامِ جوانی کیلئے
وہ بھی ہے صرف بلائے ناگہانی کیلئے
کچھ تو حیلہ بھی ہو مرگِ ناگہانی کے لئے

وصل میں کٹ جائیگی یا ہجر میں کٹ جائیگی
ہم وہاں لے لیکے جاتے تھے بس تنہا یاد
حد رشک غیر حیرہ سے جو ثابت ہوئی
ہم ہوئے بچو زور کی پاسبانی کے لئے
ہم تو اے جاوید کہتے تھے بلا تھی مل گئی
روئیں وہ قسمت پہ جو روئیں جوانی کیلئے

ملے گا کیا غریبوں کو ستا کے
ترپنے پر مرے اب نہیں رہے ہیں
انھیں کے ہاتھوں کی لے لوں بلائیں
تمہاری حال سے یہ دب گئی ہے
مجھے افسردگی یاد آئی دل کی !
عدم میں تھے تو وہ کچھ بھی نہیں تھے

چلو جاوید اب تم تادریار
چلے آنا مقدر آزما کے

سنا ہے کہ اک عمر کا راستہ ہے
تسلی وہ کچھ دیکھتے ہیں مجھ سے
غضب تھا جو بوسہ سیر بزم لیتا
ابھی سے اسیر نفس مر رہے ہیں
کہانی کا سرا بھولا ہے ہمدم
مری قسمت میں کیا لکھا ہے یارب
تیر کثرت پر نہ اس بانی شر سے نکلے
دفعۃ موت کے آجانے میں تکلیف بھی
رہے گانہ دم تار آتے آتے
کہ آئے گا دل کو قرار آتے آتے
مجھے رہ گیا آج پیار آتے آتے
رہے گانہ کوئی بہار آتے آتے
میں کہتا ہوں کہیں سے وہ کہیں سے
پڑھا جاتا نہیں یہ خط کہیں سے
نہ تو دل سے مرے نکلے نہ جگر سے نکلے
خون رک رک کے نہ کیوں زخم جگر سے نکلے

باندھے پائے نہ تعجیل میں وہ بند قبا
آبرور کھلے خدا باد یہ پیلا کی پسین
تیرے ان کے فقط زور میں نکلا ہیں
شام کو آئے تو آف آف کی صدا تھی لب پہ

میسر مرنے کی خبر سن کے جو گھر سے نکلے
جب نکالا ہمیں وحشت نے تو گھر سے نکلے
کئی ٹوٹے ہوئے زشت بھی جگرتے نکلے
صبح کو نکلے تو دل تھام کے گھر سے نکلے

جھانکے دیکھ لیں وہ بھی کوئی کہد جاوید
جب جنازہ مرا اس راہ گزر سے نکلے !

سب حکم ضبط و صبر فراموش ہو گئے
تاویر کی زبات جو تصویر نے کوئی
خود منفعیل ہے جلوہ رخسار دوست بھی
لاقی نہیں ہے ذکر کے قصہ فراق کا
زانوں پہ سر کو شوق سر رکھ لو تو نوبا
ہم اتنی دیر چھٹ گئے دنیا کے رنج سے

صورت جو غمش کی دیکھ لی بیہوش ہو گئے
وہ مسکرا کے آپ ہی خاموش ہو گئے
کیوں اے کلیم پہلے سے بیہوش ہو گئے
کچھ بات کی کبھی کبھی خاموش ہو گئے
ہم پھر اسی طریق سے بیہوش ہو گئے
یہ شکر کی جگہ ہے کہ بے ہوش ہو گئے

جاوید اور وہ ہیں جو پی لیتے ہیں شراب
ہم تو نگاہ مست سے بے ہوش ہو گئے

بے درد کیوں یہ پوچھ رہے ہیں کہا چلے
دل کے بھی داغ دیکھتے جاتے ہیں اس
سب حال اڑ کے کہد یا چہرے کے رنگ نے
نازک مزاجیوں کا گلوں کے لحاظ ہے
مے پی کے ہوش میں رہیں گر صابا جاذب

جائے گادیم نکل کے جہاں ہم وہاں چلے
حسرت نصیب یوں طرف بوتا چلے
جب لیے ہم شکایت درد نہاں چلے
تھم تھم کے کیوں ہوا نہ سو بوتا چلے
پہلے سے بڑھ کے پیرمغا کی دود کا چلے

دم بھر میں تم نے کہد یے جاوید ایسے شعر
رو کو زباں تو پھر نہ قلم کی زباں چلے

وال آرزو کسی نکالی شباب کی
 پیری میں کس طرح نہ ہوس ہو خضاب کی
 دونوں کھلی ہوئی مری آنکھیں گواہ ہیں
 کہ مل گیا طلسم تصور کو توڑ کے
 بجلی تڑپ تڑپ گئی گردوں پہ بار بار
 زخمِ دل و جگر بھی ہنسے تم بھی مسکرائے
 کیا میرے دل کے ٹوٹنے سے باخبر ہو گئے
 گردوں پہ دیکھو برق تڑپتی ہر کس طرح
 پروردگار کام ملے رحمت سرِ حشر میں
 فرماؤ رزقِ پا کے بھی کرتی ہے آسپہ
 تھی چالِ حشر میں بھی قیامت حضور کی
 یہ سچ ہے کہ رازِ وصل چھپانا نہیں ہے سہل
 جانے سے دل کے کیوں نہ ہو دیرِ بزمِ عیش
 غش آج آگیا ہے خدا جانے کل ہو کیا
 جنت میں پوچھتے ہوئے جاوید ہم چلے

یاں آگئی قضا دل خانہ خراب کی
 آنکھوں سے دیکھ لیتے ہیں صورتِ شباب کی
 برسوں شکل بھی نہیں دیکھی تھی خواب کی
 تصویر کھچ رہی تھی تمہارے شباب کی
 تصویر کھچ سکی نہ تمہارے شباب کی
 اب آنکھی قضا دل خانہ خراب کی
 کس نے صدا سنی ہے شکستِ حیا کی
 تصویر ہے مرے دل پر اضطراب کی
 مجھ کو نہیں ہے تاب سوالِ دنیا کی
 دے دے کے سب نے اور بھی عادِ خراب کی
 چمچ پوچھئے تو تھینپ گئی آنکھ حور کی
 میں کیا کہوں جو کہتی ہے چتون حضور کی
 شب بھر اسی سورتی تھیں باتیں حضور کی
 موسیٰ اب اور میرے کرو کوہِ طور کی
 دوکان کس طرف ہے شرابِ طہور کی

maablib.org

ان کی کب زلف گرہ گیر بنی ؟
 ہو گیا اس کا کلیجہ بھی فگار ؟
 جو پڑی رہتی تھی اس کوچہ میں
 شکل تیری مرے دل میں اتری

میسری بگڑی ہوئی تقدیر بنی
 جس قلم سے مری تصویر بنی
 کیا اسی خاک سے اکسیر بنی
 نئی صورت سے یہ تصویر بنی

کھج کے ابرو نے کیا دل زخمی
طمانکے زخموں کے مرے ٹوٹ گئے
ہم اسیرِ غمِ الفت ہی رہے
پھر یہاں شوقِ اسیر کی ہو گا
یہ کہاں حق میں مرے تیرے
چارہ سازوں یہ تدبیر بنی
آپ کی زلف بھی زنجیر بنی
وہاں منت کی جو زنجیر بنی

موت بھی جبر میں آئی جاوید

وصل کی کوئی نہ تدبیر بنی

جلوہ حسن دل افروز صنم کیا تھا
اس کی میت کا بھی رخ ہی شمعِ محفل کی طرح
اب نہ وہ ہم ہیں نہ وہ دل ہے نہ وہ نگہ
میر کرنے کی امید ان کو مجھے اربابِ وصل
وہ نظر سے چھپ گیا دلیس محبت رہ گئی
پھر جل جانے کی پروا نے کو حسرت رہ گئی
ہاں کبھی کبھی کچھ تڑپ لے کی عادت رہ گئی
ان کو بھی حسرت رہی مجھ کو بھی حسرت رہ گئی

جلوہ گاہ حسن کی آبادیاں مفقود ہیں!

دل میں جاوید ان حسینو کی محبت رہ گئی

مجھ کو غمِ فراق میں کس طرح کل پڑے
چھپ جائے برق دامنِ ابر بہار میں
دل کی دھڑکنے کہدیا نے کامیر حائل
رو کا ذرا جو دل کو آانسو نکل پڑے
سینے سے دل تڑپ کے جو باہر نکل پڑے
بیساختہ جو آنکھ سے آنسو نکل پڑے

جاوید پہلے کچھ بھی نہ سوچا یہ کیا ہوا

اب آج سوچتے ہیں کہ کس طرح کل رہے

داغ دیتی ہے جوانی آپ کی !
بچپنا تھا آپ کا ہر دل عزیز
سننے والا جب کوئی ملتا نہیں
دید کی امید بھی جاتی رہی
پاس ہے سب کے نشانی آپ کی
دیکھنے آئی جوانی آپ کی
دل سے کہتے ہیں کہانی آپ کی
جب سے سن لی لن ترانی آپ کی

دل اور بھی تر پاجو گلے سے وہ ملا آج
 دامن کوئی یاد آگیا اشکوں کو جو دیکھا
 تاروں کا وہ چھپنا وہ تر یا س سے جانا
 تصویر اجل بھیج خودی آج کے غش نے
 کیا سلسلہ حینا محبت ہے کون اور
 اب خون کا کیا ذکر دھواں بکھے گا برسوں
 جو چور محبت میں ہوا دل تھا وہی دل

اک درد نتیجہ ہوا جس کا وہ دوا دی
 پانی نے بھی اک آگ کلیجے میں لگا دی
 تقدیر نے تصویر قیامت کی دکھا دی
 گجرا کے ستمگر نے بھی دامن کی ہوا دی
 کس نے مرے دروازے کی زنجیر ہلا دی
 کیوں زخم پہ بجلی مرے ہنسنے نے گرا دی
 کم طرف تھا شیشہ کہ جو ٹوٹا تو صد

جاوید جو اچھے ہیں برادرہ نہ کہیں گے
 اک ہم نے غزل آج کہی تھی وہ سنائی

کوئی سنا ہے کوئی روتا ہے !
 درد سے موت کا مزہ چکھنا
 بہہ گیا دل بھی خون ہو ہو کر
 تم ذرا قبر پر چلے آؤ

یہ بھی ہوتا ہے وہ بھی ہوتا ہے
 جب یہ ہوتا ہے یونہی ہوتا ہے
 کون کس کا جہاں میں ہوتا ہے
 دیکھو دم بھر میں حشر ہوتا ہے

ان کو جاوید آرہی ہے ہنسی
 میں تو چپکا ہوں کون روتا ہے

تم نے نہ مرے حال پریشاں پہ نظر کی
 اب یاد نہیں ہجر کا بھی کوئی نساہ
 میں ایک ہی جانب کو زمانہ کی نگاہ
 تر پادیا بجلی نے تر پ کر سر گردوں
 اس وقت کی اک یاس تھی تھی دیدقا
 کہتا ہوں خدا خیر کرے آئی قیامت

ما تم مرا کرتی تھی اداسی مرے گھر کی
 سب بھول گیا جب ترے چہرہ نظر کی
 شاید کسی چہرے سے نقاب آج بھی کی
 پھر کھچ گئی تصویر نگہ میں ترے کی
 جس وقت دعا اپنے مانگی تھی ابر کی
 گرتی ہے فقط دل پہ جو بجلی ہو نظر کی

پہلے ہوتا تھا طور ان کا اب نہیں وہ طور ہے
وہ بھلا اس طرح سے چپ ہوتا ہے اور غما
اے زلیخا دیکھ آئینہ نظر آئے گا فرق
وہ زمانہ اور تھا اور یہ زمانہ اور ہے
دیکھ کر تصویر کہتا ہوں یہ کوئی اور ہے
وہ جوانی اور تھی اور یہ جوانی اور ہے

آنکھ میری بند کر دے جلد اے خوابِ اجل
دیکھنے کے قابل اک خوابِ پیشاں ہے

ہے وقت ذبح میسر وصالِ لبر بھی
ضرور ہوتا ہے نادم جو دل دکھاتا ہے
ہماری عمر کا پیمانہ بھر گیا شاید
کروں گا، حجر کا شکوہ میں اتنی دیر میں کیا
ہنسوں گا موت کے بے سمجھے بوجھے آنے پر
جہاں پہ ہاتھ کو ان کے نہیں قرار تک
نہ وہ سوا ہیں کچھ ان سے نہ یہ کم ان میں
تباہ ہو کرے مجھ کو نہ کیوں تباہ ہے
اسی امید پہ کم بخت جانِ دی میں نے
نہ جانیں خون مرا ہو گا کس کی گردن پہ
زمین پہ ایک تھیں تم دکھائی دیتے ہو
نہ زندگی میں ٹھکانا نہ بعد مرنے کے
بدن میں خون نہ تھا مثل پیکرِ تصویر
اکھنیں کی طرح بگڑنا اسے بھی آتا ہے
بڑے مزے سے گلے مل رہا ہے خنجر بھی
رگوں میں منہ کو چھپائے ہوئے نشتر بھی
میاں میں کدہ خالی نہیں ہیں ساغر بھی
مری نظریں سے کم طول روزِ محشر بھی
گلے پہ رکھ کے ہٹا لیجئے گا خنجر بھی
یہیں پہ تھا کبھی سینہ میں قلب مضطر بھی
جگر کے داغ بھی ہیں بنگے ہیں خنجر بھی
مری طرح سے ہے گردش میں اب مقدر بھی
لگا لی آ کے نہ تربت پہ ایک ٹھوکر بھی
ادا بھی ذبح مجھے کر رہی ہے خنجر بھی
فلک پہ ماہ بھی ہو مہر بھی ہے خنجر بھی
عجب مقام ہے دنیا میں کسے دبر بھی
رگوں کو چھپر کے پتیار ہا نشتر بھی
اداس میں ان سے نہیں کم مرا مقدر بھی

جنوں میں موے بدن پر عجیب کیوں جاوید ؟
رگوں میں ٹوٹ کے کچھ رہ گئے ہیں نشتر بھی

ہیں ہنر شرم سے آنکھیں وہ تو خواب میں تھے
 سنبھل سنبھل کے سر قبر پاؤں کو لکھنے
 تم آئے نزع کی الجھن کو دیکھنے آخر
 بلا میں لینے کو نزدیک چاند آہنیہا
 نہیں ہے وادی محشر میں حسرتوں کی جگہ
 صفائے قلب حد شش نمایاں ہے
 کسی نے ذکر کیا بھی تو مدتوں روایا
 اسی سے آئی قیامت بھی چال دیکھنے کو
 سفیدی محرم یہ کیا تعجب ہے
 میں نے لوں بوسہ رخسار بے محل کیونکر
 دھواں نکلتے ہوئے اپنی آنکھ سر دیکھا
 ہمیں ہیں یاس کی تصویر کھینچنے والے

حیا کے پردے میں تصویر بھی حجاب میں ہے
 سمجھ تو لیجئے بجا کا تھا جو وہ خواب میں ہے
 مزاحیات کا جو کچھ ہے اضطراب میں ہے
 زمانہ ختم ہے پچھلے کا اور وہ خواب میں ہے
 یہ قافلہ دل خانما خراب میں ہے
 اگر ہے عکس مہر تو کہیں تو آب میں ہے
 یہ کونسی ہے جو تاثیر اس شباب میں ہے
 کہ بچپن سے زیادہ ادا شباب میں ہے
 کہ رنگ بھی مرے چہرہ کا اضطراب میں ہے
 وہ جاگتے ہیں تو تقدیر میری خواب میں ہے
 ہماری روح اسی ساغر شراب میں ہے
 ہم ایک جاگتے ہیں اور زمانہ خواب میں ہے

ابھی ہے حضرت جاوید کچھ جوانی تھی
 ذرا سی مے کا اثر ساغر شراب میں ہے

دل نے مجھے دھوکا دیا آنکھوں نے دغا دی
 جس قبر کو دیکھا مجھے گھر کے صبر دی
 خود ہاتھ سے اپنے مجھے کیوں اس وادی
 کیوں آپ نے سوئی ہوئی تقدیر جگادی
 اب آج یہ کہتے ہیں اسے کس نے شفا دی
 یاد آگئی مرنے ہوئے پوشان شفا دی

کب نزع میں شکل اسکی تصور نے دکھادی
 دل سے انھیں جانے پہنچی میں دغا دی
 سچ کہتا ہوں ماحشر میں بیمار رہو گا
 کیوں قبر کو ٹھکرا دیا کیوں چھڑ نکالی
 کل خود ہی عباد کیلئے آئے تھے چھپ کے
 یوں لگ گیا دھبہ بھی سفیدی پہ کھنکی

ختم ذرا عرصہ محشر سے گزرنے والے
 وہ سمجھتے ہیں جفاؤں کا تحمل نہ ہوا
 نہ کوئی لاش اٹھائیگا نہ روئے گا کوئی
 دیکھ لی نیچی نگاہوں سے جو بیت میری

جی گئے ہیں کسی امید پہ مرنے والے
 اعتبار اپنا کھٹا دیے ہیں مرنے والے
 مر کے کچھ اور بھی پچھتاہیں گے مرنے والے
 رو دیئے گور غریباں سے گزرنے والے

شعر دو چار نہ کس طرح سے کہتے جاؤید
 ہم تو مشہور تھے احباب سے ڈرنے والے

دل نزاکت میں جو شیشوں سے زیادہ تھے کہیں
 کس پر لیشاں نے پر لیشاں بنا رکھا ہے
 نہ وہ ہم ہیں نہ وہ دل ہے نہ وہ دنیا وہ لو
 اٹھ بیٹھے اپنی قبر سے دار فغان عشق
 تصویر میری دیکھ کے کجرت بھین بھی ہے
 بند نقاب کھول رہے ہیں وہ حشر میں
 کس کو نصیب لذت تیر نگاہ یار
 کی عداوت یا محبت آپ نے
 مر کے میں خاموش ہوں کون اب کہے
 روئے والوں کو ہنسنا دیئے ہیں آپ
 دیکھے ہم عاشق مزاجوں کو جبکہ
 حشر کے دن کا نہیں کوئی خطر
 اس کو دنیا کے مزے سب مل گئے
 کل اگر سچا نہ تھے تو مان لوں

سخت مشکل تو یہی ہے کہ وہ پتھر نکلے
 کس کے ماتم میں مری جا کھلے سر نکلے
 حشر کے روز عبت قبر سے باہر نکلے
 وہ کیا خفا ہوئے کہ اجل بھی خفا ہوئی
 فرماتے ہیں کہ عادت فریاد کیا ہوئی
 شاید قبول آج کسی کی دعا ہوئی
 زخمی جوں ہوا تو میں سمجھا دوا ہوئی
 دیکھ لی کیوں میری صورت آپ نے
 کی بہت تکلیف و زحمت آپ نے
 کس سے سیکھی ہے یہ عادت آپ نے
 کر لیا کوچہ کو جنت آپ نے
 کی ہے برپا کیوں قیامت آپ نے
 جس سے کچھ دن کی محبت آپ نے
 دیکھ لی ہے آج صورت آپ نے

حضرت جاوید وہ دن کیا ہوئے
پائی تھی اچھی طبیعت آپ نے

بے زبانی سے نہ کوئی حال اپنا کہہ سکی
میری افسردہ دلی کا اگیا اس کو خیال
ان کی آواز قدم میں نے سنی تھی قبر میں
رنگ بھرتے بھرتے کھینچا ہاتھ کیوں تیرے
میری حیرت آئینہ ان کو دکھا کر رہ گئی
شمع تربت رات کو کچھ جھلا کر رہ گئی
کیوں قیامت دو قدم پر آج اک رہ گئی
جان میرے قالب بے جاں میں اک رہ گئی

اب نہیں معلوم زخمی کون محفل میں ہوا
تیر کی آواز کچھ کانوں میں اک رہ گئی

جو دل میں ہے بات وہ کہاں ہے
مانا کہ دکھائیں گے وہ صورت
بچپن ہے اٹھائے نہ میت
جاوید ہے لکھنو غنیمت
کب سوز غم سے ملتے ہیں پہلو بیان کے
دھوکا ہوا تھا کچھ دل افتادہ پر ضرور
یا وصل کا بیان ہے یا ذکر، محبر ہے
افشاں جہاں گرمی تھے سچھو کے
فصاد نے علاج کے پڑے میں کی دغا
سو بار کہہ چکا کہ نکلتا ہے کھینچ کے دم
بجلی میں ترپ ڈرا سی ہاں ہے !
ہم دیکھ لیں تاب یہ کہاں ہے !
زور آپ کے ہاتھ میں کہاں ہے
اچھے کا ہر ایک قد داں ہے
دل کو جلائے دیتے ہیں کانٹے زبان کے
چوما تھا میں نے نقش قدم تیرا جان کے
تم سننے والے کون میری داستان کے
تارے وہیں پہ ٹوٹ پڑے آسمان کے
نثر چھوڑا ہے مے جان جان کے
انگریزائی کی پھر آپ نے سینہ کوتاں کے

دھوکا دیا تھا خوب دل داغدار نے
اس نے اٹھالیا تھا اسے پھول جان کے

دم بھی باقی نہ رہا جان کو کھوٹے کھوٹے
مر گئے ہجر کے افسانوں کو وٹے وٹے

صبح کر دی ہے یوں ہی شام سے روتے روتے
 رنگ منہدی کا ہے ارجا بگا دھودھو
 آئینہ دیکھ لیا کرتے تھے روتے روتے
 گر کبھی چونک پڑا رات کو روتے روتے
 صبح کر دوں گا خدا چاہے تو سو سوتے
 کیا یوں ہی عمر کٹے گی میری روتے روتے
 دم مے سینہ میں رکھ لیا ہے روتے روتے
 رہ گئی آج ملاقات بھی ہوتے ہوتے
 کیا تمھیں کچھ لیا خواب میں سو سوتے
 شرم آنکھوں سے بھی آنے لگی روتے روتے
 زخم کی طرح سے ہنسنے لگا روتے روتے

شمع پر ختم تھا سوزِ غم پر داند بھی
 خونِ عاشق ہے نہ دامن سے چھٹے گا تو
 جو ہر دل پر مجھے اشکوں کا گناں ہونے لگا
 دل دھڑکنے کی صدا دور تک جانے لگی
 پیاری باہیں وہ کسی کی پیروی گردن میں
 نرغہ کے وقت فقط کیا میں ہنسوں گا ظالم
 گرہ رشتہ انفاس بنے ہیں آنسو
 دل بھی کہتا تھا نگاہیں بھی کہ وہ آئے ہیں
 اب جو اٹھا ہوں تو آنکھیں بھی نہیں کھل سکتیں
 عمر بھر آپ نہ آئے نہ اجل نے پوچھا
 پوچھتے کیا ہو مسرت کا سبب کچھ بھی نہیں

مر کے کس قسم کی غفلت یہ ہوئی تھی جاوید

آگئی صبح قیامت ہمیں سوتے سوتے

میرے پسینہ سے تازہ لہو کی بو آئے
 جوان کی تیغِ قریب رگ گلو آئے
 کہیں نہ ہاتھ سے ان کے فاک کی بو آئے
 وہ مسکرا کے جو کلیوں کے روہر آئے
 کہاں سے تیر ملے جوش میں لہو آئے
 کلیم ہوش میں رہنا جو گفتگو آئے
 ارے یہ رات تھی تم کیوں کنار جو آئے
 وہاں تھا کھیل کہ وہ پھر پے رفا آئے

جو کھینچ کے تباہ موخوین آرزو آئے
 سمٹ کے سارے بدن کا لہو لہو آئے
 لحد پہ چادر گل لیکے کیوں وہ آئے ہیں
 جبین گل پہ غرق آگیا خجالت سے
 زمانہ وصل کا نزدیک ہو تو شوق برک
 کہیں نہ پہلے ہی دن ہر شوق کہہ دینا
 سارے پانی میں ڈوبے تو چاند شرمایا
 ہنسی میں ٹوٹ گئے زخمِ دل کے یا ٹانگے

گرے گی برقی تنسم ٹوٹ جائیگا دل
اب آئینہ کی قضا ہے جو رو برو آئے
پتہ یہ کوئے صنم کا ہے سن لے اے قاصد
وہاں سے حد ہے جہاں پہو کی بو آئے
کلیم سامنے ہونے پہ کیوں کر دیکھار
یہ کہہ ریاض سے جاوید ہو جو دیں کشش
کہاں وہ جائیں گے جو دوست لکھنوا

خوب بچتے ہیں بہر طور ستمکاری سے
میں جو روتا ہوا تو ہنستے نہیں ہشیاری سے
غش میں سنتا ہوں کہ دامن کی ہوا دیتے ہیں
میری غفلت بھی تو جاتی نہیں ہشیاری سے
آ تو جاتا ہے قرار ایک نہ اک پہلو سے
موت بہتیر کہیں حیر کی بیماری سے
یہ سنا ہے کہ نظر حسن پہ ہو جاتی ہے
آئینہ بھی وہ نہیں دیکھتے ہشیاری سے
داغ نے بڑھ کے جلایا دل سوزاں کو مر
آگ گھر بھر میں لگی ایک ہی چکاری سے
مرتے دم آئے جو وہ پاس تو میں یہ کہا
سب ملے سہل سے اک تم ملے دشواری سے
سو کے اٹھا ہوں مگر خواب میں دیکھا ہوا
آنکھ بھی آج کھلے گی مری دشواری سے
موت آجائے تو سمجھوں کہ ملی مجھ کو جی
دل پریشان ہوا روز کی بیماری سے
کیوں نہ آف آف کی صد ہومہ سینہ بلند
کم نہیں داغ جگر آگ کی چنگاری سے
ذبح کرتے ہیں وہ جاوید تجھے خوش ہو کر

واہ کیا خوب وہ باز آئے ستمکاری سے

دکھلا کے حد صبر جو عشاق مر گئے
کہتی ہے خود وفا کہ بڑا نام کر گئے
ہم پر عجب فراق میں صدمے گذر گئے
جی جائیں جھوٹ بھی جو یہ سن لیں مر گئے
ہنسنے پہ منفعیل ہیں یہ حد بچنے کی ہے
بکلی گرا کے میر تڑپنے سے ڈر گئے
ہم آئینہ لے ہوئے بیٹھے ہیں صبح تک
وہ غینہ اڑا کے شام سے آرام کر گئے
اعجاز عشق ہے نگہ لطف و قہر میں
سو بار دم میں جی گئے سو بار مر گئے

شوق ستم بھی ہو چکی اب کیا وہ باز آئیں
جن میں خیالِ رحم تھا وہ دن گزر گئے

اب کیا کشاکشِ غمِ بنہا کو روں میں
جاوید ان کے تیر چکرِ دل میں کر گئے

جو دل پہ گزرتی ہے شبِ ہجر گزر جائے
اس طرح سے سڑپے کہ سحر بولتی ہے
ہاں گورِ غریباں میں وہی میری لحد ہے
بے قصد جہاں پر وہ تم کا بٹھرتا ہے
امید پہ چلتا ہے زمانہ کا ہر اک کا
جس کو نہ ملو حشر میں بھی تم وہ کدھر جائے
بے مصلحت وقت جو غصہ نہیں آتا
ہنستے ہیں کہ جس میں ملے لڑنے کا اثر جائے
ایسا بھی زمانہ میں تعلق نہیں دیکھا
جس سمت کو تم جاؤ ادھر بے نظر جائے
گہرا کے نہ تم ہاتھ کو سینہ سے ہٹاؤ
عادت کے دل کی ہے بڑبڑ تو ہر جا

جاوید نظر اس کا زمانے میں نہیں تھا
کیا دل سے میرے میر کے شعروں کا اثر جا

وصل کی شب بھی کبھی دہر میں آئی ہوتی
صلح ہے جس پہ صدق وہ لڑائی ہوتی
ہم تو کہتے نہ کبھی فتنہ محشر ان کو
آن کے چلنے سے قیامت جو نہ آئی ہوتی
سُن چکے ہوتے مرنے کی خبر پہلے سے
پاؤں میں آج تو مہندی نہ لگائی ہوتی
میں جدھر تو آدھروں بھی نہ میرا ہوتا
تم جدھر ہوئے ادھر ساری خدائی ہوتی
کہتے تھے ہجر کی شب دردِ عالم کے ماتے
اور جی جاتے جو یہ رات نہ آئی ہوتی
خوش نہ جاوید ہوئے ہم یہ بہت خوب ہوا
جان جاتی جو گلے مل کے جدائی ہوتی

لے چلو کر کام لینا ہے گکے کے تیر سے
دل تو یہیں بٹھرتا ہے کسی تدبیر سے
غیر نے مطلب نکالا شوخیِ تقریر سے
ہم یونہی خاموش بیٹھے رہ گئے تصویر سے
رحم کہتا ہے کہ محشر میں اٹھائیں گے نقاب
کچھ ہوئی امید ہم کو آج کی تقریر سے

نہیں اڑانی بھی جو ظالم نے تو کس سے
چاہتا ہوں نہیں آجائے کسی تیر سے
خون کی بوندیں ٹپکی ہیں جو ان کے تیر سے

جتنے وحشی تھے لپٹ کر دیئے زخم سے
لگ گئی اک آگ برق حسن کی تاثیر سے
شوق کہتا ہے جگاؤ بھی کسی تیر سے

دے گیا ہے شام کو حکم شمار داغ
بہر کی شب جان آنکھیں کسے لیتا ہوں
اتکھ پیچی کر کے مجھ سے پوچھتے ہیں لکھا

تبد غم میں جو میرے ہو گیا عالم اسیر
بس ہے یوں صورت دکھانے سے پوچھنا تو
کہہ رہا ہے رعب حسن دوستوں نے دو بھی

کسی کی اجل آئے مرجائے کوئی
اگر دل کا ناسور بھر جائے کوئی
اجل بھی نہ آئے تو مرجائے کوئی
درا اور دم بھر ٹہر جائے کوئی
انکھیں کیا جسے یا کہ مرجائے کوئی
یہی سوچ کر کاش مرجائے کوئی

اگر غیر جاوید زلفیں بنائے
بگڑ جائے کوئی سنور جائے کوئی

سخت مشکل تو یہی ہے کہ وہ تھپڑ نکلے
کس کے ماتم میں مری جان کھلے سر نکلے
تیرا ارمان مرے قلب سے کیونکر نکلے
گھر سے وہ کیوں مرے ماتم میں کھلے سر نکلے

پہلے جاوید جو اصلاح لیا کرتے تھے

چاروں میں وہی لوگ آپ سے بہتر نکلے

جسے تم بھول جاتے ہو وہ تم کو یاد کرتا ہے

کسی پر خفا وہ ہوں ڈرجائے کوئی
مجھے اپنے جینے کی امید کچھ ہو
نئی ضد ہے ان کی نیا ان کا غصہ
مراد م بھی آنکھوں میں اٹکا ہوا ہے
وہ آئینہ دیکھیں وہ زلفیں بنائیں
لحد کو وہ دیکھیں گے نیچی نگہ سے ؟

دل نزاکت میں خوشیشوں سے زیادہ تھے کہیں
کس پریشان نے پریشان بنا رکھا ہے
روکنے والے ہیں اس کے بھی ہزار مرجائے
بعد مرنے کے میں غیرت سے کڑا جاتا ہوں

پہلے جاوید جو اصلاح لیا کرتے تھے

چاروں میں وہی لوگ آپ سے بہتر نکلے

تصور سے دل نا شاد اپنا شاد کرتا ہے

گرفتار قفس کس درد سے فریاد کرتا ہے
 برے کوچہ میں اظالم کوئی فریاد کرتا ہے
 کبھی خاموش رہتا ہے کبھی فریاد کرتا ہے
 یہ کون اس درد سے باغباں فریاد کرتا ہے
 کہ جب زنداں میں آجاتا ہے مجھ کو یاد کرتا ہے
 قفس خالی جو دیکھا ہے تو مجھ کو یاد کرتا ہے
 یہی سنتے چلے آئے کہ اب آزاد کرتا ہے
 یہ کیوں برہم مزاج نازک صیاد کرتا ہے

زمانہ اپنی آزادی کا شاید یاد کرتا ہے
 بھر آتے ہیں آنسو فرط غم سے کی آنکھوں میں
 نہیں تازہ گرفتار شایا صیاد کی خوشی
 کلیجہ کھلتی کلیو کا بھی شوق ہوتا ہے گلشن میں
 بنائیں کیا اندھیرا بڑھ کے کہہ دیتا ہے ظالم
 بھہ آتا ہے دل صیاد کا فرط محبت سے
 ہماری خم ساری کٹ گئی اتنے سہارے
 صدائے گھر کے کی ہر خنجر کے چمکے ہیں

لوگ کہتے ہیں کہ کتنی پر اثر تقریر ہے
 تیرے دیوانے کی کیا الجھی ہوئی تقریر ہے
 بند ہے نامہ پہ ظاہر شوخی تحریر ہے
 مر کے بھی میں دیکھ لوں آگے مری تقدیر ہے
 بے گناہی صاحبانِ عشق کی تقصیر ہے
 کچھ ہے پیغامِ زبانی خط میں کچھ تحریر ہے

ایک تو میرا بیاں اور دوسرا حالِ فراق
 آپ بھی اپنی سمجھ میں کوئی بات آتی نہیں
 کس حسرتیں کے ہاتھ کا لکھا ہوا آیا خط
 روز کہتے ہیں جنازہ ہم اٹھائیں گے ترا
 لیجے محشر میں بھی اب داد ان کو مل چکی
 اس پہ اندازِ تسبیم نامہ بر کا ہے گواہ

تیرے ایسے شخروں جاوید تو زیبا ہر نار
 دیکھیں حاسد مزاج درد سے تائیر ہے

جو آئینہ کا نہ منہ دیکھتی حیا ان کی
 فقط تھی دید کی حسرت خطا تھی کیا ان کی
 یہ خوف ہے کہ نہ سن کہیں خدا ان کی

انہیں آج بگڑ جاتی ہر ادا ان کی
 کیا تھا طور پہ موسیٰ کو کس لئے ہوش
 وہ کہتے ہیں مجھے بعد وعدہ وصلت

قفس کو دیکھ کے خالی نہ رہے کیوں صیاد
نجانے کیا تھا کہ کہنا پڑا یہ آخر کار
بہاں نظر کا نہیں کام وہ نگاہ میں ہے
حسین نہ آئیں گے ہر عیادت بیمار
کسی کو سن کے قسلی ہوئی کوئی تڑپا

چھری پھرائی تھی جن پر نہ تھی خطا انکی
نہ جن کی تم سنو کیونکر سنے خدا انکی
وہ منہ پھرائیں تو ہم دیکھ لیں ادا انکی
کسی کا درد نہیں جن کو کیا دوا انکی
کہیں دوا ہے کہیں درد ہے صدا انکی

یہاں بھی منہ کو چھپائے رہے وہ لے جاوید

میان حشر شکایت بھی ہے بجا ان کی

اب تو دہستے ہیں عیاد کو بھی وہ آئے ہوئے
ہے گمانِ مرگ اٹھے ہیں جو گھبراتے ہوئے
زیست کا ایسے کی کس کو ہو بہا میں اعتبار
کوئی لے لیتا جو بوسہ ان کو آجاتا جو غصہ
کس نے بے سمجھے ہوئے تعریف کر دیا چاند
پہلے محشر بعد تربت آخر ان کا سامنا
زندگانی کا انھیں پوچھ لے کوئی مزا
ان کی ایسی ہو جوانی تو نہیں رہتے ہیں ہوش
لیجئے اب جو خوشی بھی ہمارے ناگوار

جیسے دیکھا ہے کسی کا دم نکل جاتے ہوئے
آنکھ دیکھا نہ تھا کیا غش کبھی آتے ہوئے
سیکرٹوں کو جس نے دیکھا تپ رہا ہے ہوئے
دیر ہوئی پھر قیامت کو نہ یوں آتے ہوئے
لیجئے آئے نقاب رخ وہ سر کاٹے ہوئے
ہم کہاں دل کو لے آئے ہیں سہلا تے ہوئے
جس نے دیکھا ان کو تنہائی میں شہر لے ہوئے
خود نقاب رخ کو دیکھا ہے سر کھاتے ہوئے
آئے لاشہ پر تو کچھ غصہ میں فرماتے ہوئے

جانکشی کا وقت ہو کر ٹپ بدلنے دیجئے
مہربانی آپ کی پہلو لے ہے ظلم کا
چال سے اپنی بنا دیجئے دل مضطر کا
آپ سمجھتے ہیں ادب سے میں تڑپ سکتا نہیں

آپ کی حسرت نہیں دم سے نکلنے دیجئے
دردِ دل کا حال کہتا ہوں سنبھلنے دیجئے
میری آنکھوں ذرا آنسو نکلنے دیجئے
منہ ادھر پھر لیجئے دم نکلنے دیجئے

چُن کے افشاں شب کو وہ کچھ اور پیار ہو گئے
 زندگی انکھوں سے کیسے اشارے ہو گئے
 زندگی اور موت دونوں چکھنا تھا مزہ
 ایک دن بھی موت نے آکر نہ پوچھی جنت
 جتنے ذرے تھے مری آنکھوں سے ہونگے
 آپ پیار یو ہیں تھے اب اور پیارے ہو گئے
 بے سدھار مجھ سے رخصت کے اشارے ہو گئے
 دل کے کینے میں وہی آفت کے پائے ہو گئے

شمع پر دانوں سے رخصت ہوتی ہو رہی تھی
 دیکھ اے جاوید کچھنے کے اشارے ہو گئے

خوشی سے زہر کوئی کھارہا ہے
 ہے آخر میں یہ مرنے کی نشانی
 مجھے باتیں نہ کیوں کر دل کی بھائیں
 کوئی بیٹھا ہوا سمجھا رہا ہے
 مراد دل اور مجھے سمجھا رہا ہے
 زباں ہے بند اور سمجھا رہا ہے

زباں بند ہیں جن جن کی جاوید
 ترے کہنے کا داں چہ چارہا ہے

بارِ خاطر ہیں مگر دھڑکنے والے
 سرِ پستی ہیں نگاہیں بھی مری پر دے
 تیرے روز چلے آنے سے ملتا ہوتا ہے
 کیوں ترستارے ہر ایک کی صورت سے
 کس طرف چھپ گئے آواز سننے والے
 ایک یوں ایک اتر آیا ہے نقشہ دلیں
 ہو کھٹیں خاک میں عاشق کے ملانے والے
 کر و میں لیتے ہیں کچھ یوں کہ جگہ بتا ہے
 دیکھ آئینہ بھی اے زلف بنانے والے
 یوں ہی انکار کروں گے تو گنہگار نہیں
 خود ہیں حیراں تری تصویر بنانے والے
 تم دیئے جاؤ یو ہیں ہم کو ہوا دامن کی
 سونے والے ہیں وہی جو ہیں جگانے والے
 قسمیں کیوں دے رہے ہیں کے پلانے والے
 ہم سے بے ہوش نہیں ہوش میں آنے والے

دیکھ جاوید دیا ساتھ بگولے فقط

یہ بھی ہیں تیری طرح خاک اڑا نہ والے

اپنی کشتی کو ڈبونا یاد ہے !
 وہ جہل ہر اک سے ہونا یاد ہے
 صبح ہونا شام ہونا یاد ہے
 درد کا تھم تھم کے ہونا یاد ہے
 ان کا ہنسنا اپنا رونا یاد ہے
 اور سارے گھر کا سونا یاد ہے
 قبر کا وہ ایک کونا یاد ہے
 شمع کا رخصت وہ ہونا یاد ہے
 وہ حنائی ہاتھ دھونا یاد ہے

کب نہ تھا جاوید آہوں میں اثر
 پھیر کر منہ ان کا رونا یاد ہے

تھی تیز چھری رگ گلو کی
 سمجھا تھا کہ بوند تھی لہو کی
 جب تم نہ ملے تو جستجو کی
 حاجت نہ رہی کوئی رفو کی
 اس حد پہ کسی کی جستجو کی
 جب بوند ٹپک پڑی لہو کی
 وہ قبر مری تھی یہ عدد کی
 موسیٰ کی نظر کہاں پہ چو کی
 کھائی تھی قسم اسی لہو کی
 دشمن نے جس کی آرزو کی

ہاتھ سے دل روکے کھوتا یاد ہے
 منہ چھپا کر مجھ کو رونا یاد ہے
 ہمسر میں وہ جان کھونا یاد ہے
 مرتے مرتے ہاتھ سینہ پر ہے
 کیوں جہاں میں آئے تھے سمجھے نہ تھے
 جاگنا اپنا نہیں بھولا ہوں میں
 مرتے دم دنیا نہایت تنگ تھی
 کون تھا بالیں پہ مست خواب نہ
 دل میں پانی نے لگا دی آگ آج

پیاسی تھی یہ خود مرے لہو کی
 دل کھو کے نہ میں نے جستجو کی
 تم پاس جو آئے کھو گئے ہم
 سب زخم کے ٹانگے ساتھ لوٹے
 خود کھو گئے ہم جہاں میں آخر
 دیکھا کہ زمیں سے آگ نکلی
 روئی وہاں شمع یاں ہنسے پھول
 وہ سامنے آئے غش ہوئے یہ
 تیروں پہ کسی کے بانٹ بھی دوں
 اس داغ کو میں نے دل میں رکھا

جہاں وہ لاش کیوں اٹھائیں
مرضی بھی تو پوچھ لیں عدو کی

کہا جو اس نے کہے تو کچھ گلا کیا ہو
اُداس دیکھ کے محفل کو میری کہتے ہیں
بس آج تک تو بہت خوب بھر میں گذری
تمام ہو گئے ہم داستان ہو گئی ختم
گلے سے آکے ملے وہ تو اور دل تڑپا
ہر ایک اشک کے قطرے میں خوں کی شکرینے
جو دیکھتا ہوں کبھی آئینہ میں فرقت میں
مری زبان سے نکلا کہ فائدہ کیا ہے
یہاں بھی کوئی مصیبت کا مبتلا کیا ہے
اب آگے دیکھئے تقدیر میں لکھا کیا ہے
اب اور قصہ فرقت کی انتہا کیا ہے
بڑھے دوا سے تو پھر درد کی دوا کیا ہے
ہمارا رخم جگر بے محل ہنسا کیا ہے
تو خود بھی کہتا ہوں یہ آپ کو ہوا کیا ہے

رستم یہ داد کے خواہاں تھیں سے ہیں جاوید
وہ جانیں کیا کہ جفا کیا ہے اور وفا کیا ہے

دل غم سے چاک چاک نہ تھا چشم تر نہ تھی
کیا وقت نزاع شدت درد جگر نہ تھی
گر وہ نہیں تو میں تو بدلتا ہوں کروٹیں
پر وہ وہ کیا ہوا و دُشمن اب کدھر گئی
رستہ میں جا بجا مے نقش قدم بھی تھے
جب آئی موت ہجر کی شب میں تو یہ کھلا
آئے ہیں لاش پر یہی کہنے کے واسطے
تصویر آپ ہی کی تھی بیچا تھا ہوں میں
دیکھا تو رزق پا کے بھی پھرتی تھی آس

کیا تھا اُدھر جدھر کو تمہاری نظر نہ تھی
سینہ پہ ہاتھ ہے تھیں کیا یہ خبر نہ تھی
فرقت کا شب میں آہ مری بے اثر نہ تھی
کیا حشر کی تھیں مری جاں کچھ خبر نہ تھی
اس ضد سے انہی راہ میں نیچی نظر نہ تھی
یہ رات وہ تھی جس کی جہاں میں سحر نہ تھی
کب کوئی مر گیا ہمیں باطل خبر نہ تھی
تھی ہر طرف مگر مری جانب نظر نہ تھی
پھر کیا تھا یہ نصیب کی گردن اگر نہ تھی

کانوں میں رہ کے اس کی بھی تپہ نہ ہنک گئی
جہاں وہ اس سے پہلے تو قدر گہر نہ تھی

دوڑوں میں کسی کو نہیں کچھ دل کی خبر بھی
بے قصد مے گھر کی طرف اٹھنے لگے پاؤں
فانوس کے پرشے سے کہیں حسن چھپا ہے
کس کا تھیں ماتم ہی کسے ڈھونڈ دے ہو

وہ بھی مے پہلو سے اٹھا دردِ جگر بھی
شاید مری آہوں سے تھوڑا سا اثر بھی
رخ شمع کا محفل میں ادھر بھی ادھر بھی
گیسو بھی پریشاں ہیں پریشاں ہے نظر بھی

کہتی ہے وہ نگاہ کہ ہم چھڑ کر چلے
مرنے ہی کی امید یہ ہے اب تو زندگی
زندیاں میں کیا رکھا ہے جو آؤ گے ہر سیر
اس کی امید دل میں نہ رکھیں حضور بھی
دیکھی ہے خوب سیر نگاہِ عتاب کی
مرنے کا بھی یقین ہے جینے کا بھی خیال

جو زخم بھر والے تھے اب وہ بھی بھر چکے
ملنے کا مجھ سے حشر میں وعدہ وہ کر چکے
مدت کے جو اسیر تھے گھٹ گھٹ کے مر چکے
ہم سخت جا اہل کے بھی آنے سے مر چکے
لوگ ایک بار ہم تو کئی بار مر چکے
کچھ زخم گہرے ہو چکے کچھ زخم بھر چکے

اب ان کے ابروؤں میں کچی وہ نہیں ہی
جس کا دید ان کمانوں کے چلے اتر چکے

ہے رنگِ حنا جن میں وہی ہاتھ دکھا دے
یکتائی کا دعویٰ تو بہت کچھ ہو مری جان
سبزے کی طرح سو گئے وہ صحنِ جن میں
خطِ پڑھ کے نہ تھم دم مرارک جاتا تھا
ہنس دیتے ہیں منہ پھیر کے وہ میرے سر پر

حسرت ہے کہ پھر دلیس کوئی آگ لگا دے
کیا ہو جو کوئی آئینہ محفل میں دکھا دے
بے سمجھے چمک کر کوئی غنی نہ جگا دے
جو جو مری تقدیر کا لکھا ہے سنا دے
جب لوگ یہ کہتے ہیں خدا اسکو شفا دے

بڑھا ہے سوز جگر اب مدد کو آئے کوئی
غضب کی آگ لگی ہے ذرا بجھائے کوئی

پڑی ہے دل کو مرے خود بھی عادی یاد
یہ چھڑتا ہے ہر اک کو کہ پھر سائے بونی

سنائے جاتے ہیں ہم قصہ غم و سرقت
خدا کرے کہ نہ محفل میں مسکرائے کوئی

تڑپ وہ ہجر کی تھی اب یہ موت کی تڑپ
جو دیکھنا ہو تو اب آکے دیکھ جائے کوئی

جنھیں دیکھ کے تاب آتی ہے وہ اور ہیں
ہم اپنے منہ کو پھراتے ہیں مسکرائے کوئی

ہرے جو زخم جگر ہوں تو اعتبار آئے
ہماری موت کا کیا ان کو اعتبار آئے
مزے کی بات نہ کیوں لب پہ بار بار
تمھیں نے جان لی اس کا تو اعتبار آئے
ادھر وہ آئیں ادھر وہ وقت چھٹا آئے
سہرا ہے کیا جو ہمیں غش ہی بار بار آئے
اٹھالو ہاتھ مرے دل سے تو قرار آئے
کسے شباب کی باتوں کا اعتبار آئے

کسے یقین کہ عالم میں پھر بہار آئے
فراق کی تھی تو راتوں کو مر کے کاٹھا
کلیم دید کی حسرت بڑھادی لکنت
چھری بھی پھیر دو حجت یہ آخری ہوتا
امید و یاس کی تصویر دونوں نکھیں ہو
ہم اتنی دیر ماننے کے رنج سے چھٹ جائیں
یہ ہاتھ غیب کے سینہ پہ بھی رہا ہوگا
یہ بے وفا ہے نظر اپنی پھیر لیکازو

جہاں کارنگ طبیعت بدل گیا جاوید
شراب جوش میں آئی جو بادہ خوار آئے

جیل میں نام نہ جاتا اگر اپنی سی کر جاتے

جنہیں جینا بھی مشکل تھا انہیں آسان نہ جاتے

نہ آنکھوں میں کھٹکتے پھر نہ پوچھتے کلجے میں

اگر تیرنگاہ ناز سینہ سے گذر جاتے

نہ ہوتا فرقہ ایسا ہو کا ساتھ کیوں چھپتا

ادا غصہ کی بے دیکھے اگر پہلے سے مر جاتے

درِ جاناں پہ ہم نقش وفا خود بھیٹے ہیں

یہ مانا اٹھ کھڑے ہوتے مگر اٹھ کر کدھر جاتے

سہ یاد جوش یہ جس وقت آشکاری تھتی

تو ایک نہر اسی آستیں سے جاری تھی

زمین باغ پہ گرتے ہیں ٹوٹ کر تارے

ستارہ دار قبا اس نے کیوں اتاری تھی

میں آنکھیں بند کئے تھا وہ دیکھتے ادھر

جسے وہ سمجھے تھے غفلت وہ ہوشیاری تھی

ہو کے اشک جو ٹپکے تو گھل گیا یہ راز

نگہ تھتی دل میں کہ اتری ہوئی کٹاری تھی

خدا سے حشر میں اب اس کا فیصلہ ہوگا

وہ اور ہستے تھے غفلت جو مجھ پر طاری تھی

مٹی ہے دیکھئے یہ صبح حشر سے جا کر

لحد کی رات نہ تھتی شام غم ہماری تھی

نہیں ہیں ہم تو چمکتا ہے صبح کا تارا

یہ رات وہ تھتی جو بیمار غم پہ بھاری تھی

۹۰
عمومی تلیوں پہ شب عم بسر ہوئی
ہر ہر نفس چھری ہے لے قطع شام ہجر !
مٹھی چمک جو زخم میں بکھا سحر ہوئی

یا آج دم نکل ہی گیا یا سحر ہوئی
بدلی جو کر دیش تو زمانہ بدل گیا !!!

دنیا تھپی بے ثبات ادھر کی ادھر ہوئی
جاتی ہے روشنی مری آنکھوں کو چھوڑ کے

تاسے چھپے وہ سو کے اٹھے وہ سحر ہوئی
پہلے یہ جانتا تھا کہ زخمی نہیں ہے دل

جب دیدیا رنگوں نے لہو جب خبر ہوئی
کس منہ سے روؤں میں دل حسرت نصیب کو

جب مر گیا غنیمت تو مجھ کو خبر ہوئی
جاوید بوئے گل کو ہوا آ کے لے گئی

کلیوں کو غم ہوا نہ لگوں کو خبر ہوئی

آگ جب زخم جگر بے انتہا دینے لگے
چارہ گر گھبرا کے اُف اُف کی صدا دینے لگے

اب کہاں تھامیں جو دیتا اس محبت کا جواب

جس کی تربت دیکھ لی مجھ کو صدا دینے لگے

دامن صبر و تحمل ہاتھ سے خود چھٹ گیا

ٹوٹ کر زخموں کے طانکے جب صدا دینے لگے

ہجر کی راتوں کے سنائے میں اُف ری بخودی

ہم دل گم گشتہ کو اپنی صدا دینے لگے

ہاتھ بھی گھبرا کے یس نے قلب نازک رکھے

جب ذرا سی چوٹ میں شیشے صدا دینے لگے

جانکشی کا وقت بھی باقی رہے تم بھی رہو
دیکھنے آئے تو کیا اچھی دعا دینے لگے

کیا
میسرے میں ہم سے مستوں کی خوشی کیا بچ
مل گئے دو چار ساغر اور دعا دینے لگے

منحصر مرنے پہ ہو جب صورت تسکین دل
کو سنائیں اس کو سمجھوں جو دعا دینے لگے

ظالم و مظلوم کا محفل میں کل نکلا تھا ذکر
وہ ہمارا اور ہم ان کا پتہ دینے لگے

مرنے والے پھر نہ اے جاوید کھولیں اپنی آنکھ
گر قسم بڑھتی ہوئی ان کی حیا دینے لگے

نگاہوں میں مرے کچھ بھی نہیں ہے قدر جو ہر کی
اچھ جاتی ہے کانٹوں سے زبان تیر نشتر کی

مراشفاف سینہ دیکھ کر قلب و جگر دیکھو

اک آئینہ میں تصویریں لگی ہیں دو برابر کی

سمجھتا ہوں کہ نیرنگ جہاں قبضہ میں میرے

کہیں سے پنکھر ٹھی اک ہاتھ آئی ہے گل تر کی

یہی ہنگام بھی اختتامِ شامِ فرقت کا

گر سیاں چاک کر کے آئی خود صبحِ محشر کی

مرے دل کی رگیں سب خون دیتی ہیں ادھر دیکھو

تم اپنے ہاتھ سے کیوں دیکھتے ہو بارہ خنجر کی

لحد میں آنکھ کھولی ہے مگر پیچہ بند کرتا ہوں

یہاں بھی تیرگی شاید مسمط آئی ہر گھر کی

باتیں بکھر کس ہونٹنی کا عالم ہو جائے
 مثل آئینہ کے ہو جائے اُسے بھی حیرت
 جانکنی میں نگہ یاس دکھا دو ان کو
 ایک مدت سے جاوید اسی کی عادت
 دامن میں اشک جذب ہو تو کیا کرے کوئی
 دو موتیں ایک ساتھ گوارا نہیں تھے
 وہ ایک بار ہی سہی ملنے کی موبید
 میں وقت واپس محض کھوکھلا دو
 جاوید ہم کہیں کہ گیں دل کی کھینچیں
 اور کچھ بھی نہیں فرقت میں ضرر ہوتا ہے
 لاکھ ہوضبط کی عادت مگر اے درد فرا
 کیا نہیں آیا ہے افسانہ مام کہنا
 میں ہی رویا میں ہی تڑپا میں ہی نیا سہرا
 یہ ادا دیکھ کے منظور ہے مرنا جاوید
 راز افشا کر کے کیوں تل کو سوا کیجئے
 دو حسینوں پر نظر اک وقت میں چھپی نہیں
 ابتداءے عشق میں پردہ کی ضد بھی نہیں
 آج ان کے سامنے اس سوچ میں بند ہیں

اک دل جا تو صحبت مری برہم ہو جائے
 محو نظارہ رخ گردل پر غم ہو جائے
 یوں بھی برہم ہو مزاج ان کا تو برہم ہو جائے
 خون دل کا ہوا اگر درد جگر کم ہو جائے
 تاروں کو دبتے ہوئے دیکھا کرے کوئی
 دامن غیر کے تو یہ پردا کرے کوئی
 ان کی نہیں اجل کی تمنا کرے کوئی
 تھوڑا سا وقت کام بہت کیا کرے کوئی
 انگریزانی بیکے وہ یہ کہیں کیا کرے کوئی
 درد سینہ میں مگر آٹھ پیر ہوتا ہے
 ہاتھ کھینچتا ہے ادھر قلب صبر ہوتا ہے
 چپ جو ہو جاتا ہوں میں آپ ڈرتا ہے
 یاں مجھی پرے نالوں کا اثر ہوتا ہے
 پوچھ لے کوئی کہ کیا دردِ جگر ہوتا ہے
 زخم دامن دار سے تیروں کا پردہ کیجئے
 دیکھ کر چاند آئینہ میں نہ دیکھا کیجئے
 پہلے مجھ کو خوگر رستم تمنا کیجئے
 بات کچھ پہلے پہل کیجئے مگر کیا کیجئے

میں ہنسون یا روں یا نالے کرو یا چپ ہوں
 رات تھوڑی اور بہت سے کام کیا کیا کیجئے

پھر آج حالِ قلب و جگر کا تباہ ہے
 فتنے اگر ہیں سو تو کرشمے ہزار ہیں
 ہر موج مضطرب میں لڑتے ہیں جہاں
 یہ کہہ کے مجرموں میں تجھے دی گئی سزا
 کہنے سے میں نے دل کے وقار نے کی جفا
 اندھیر عشق زلف سے آخر میں لگا لیا
 اس بخیل کے آئین کی تدبیر چاہی ہے
 ترکش میں جو کہ رہ نہ سکے ایک حال پہ
 جب اٹھ کھڑے ہو تو اسیری کیا ہی
 اچھا ہی سہی کہ وہ سنتے ہیں بار بار
 بے خوف جس حال شب غم بیا کرو
 برگشتہ بخت جو یہ سوچھی ہے بکوراہ
 شاید اب یہ کہدیں یہ پریشاؤں کی
 وہ ادھر جاتے ہوئے حشر میں تھرتے ہیں
 لے چلی کوئی حسرت اس کو چہ میں
 سوزِ الفت تھا کہ یہ رہتا ثابت ہوا
 مر کے سب کہدیا جو کچھ کہ مجھے کہنا تھا
 جس جگہ جائیں بنالیں ترے حشری صحر
 دیکھنے کس کو بے شوق سے جاتے ہیں کلم
 مسکرا کر جسے تم نے بھی بنایا کئی با

چہرے کا رنگ اڑا ہوا سیا گواہ ہے
 دیکھے جسے ہر ایک وہ انکی نگاہ ہے
 دریا میں آج کوئی سفینہ تباہ ہے
 تیرا کوئی گناہ نہیں یہ گناہ ہے
 میرا قصور ہے نہ تمہارا گناہ ہے
 جاوید ابھی سے آنکھوں میں سیاہ ہے
 کچھ تو ہمارے دفن میں تاخیر چاہیے
 مجھ مضطرب کی واسطے وہ تیر چاہیے
 کوتاہ اپنے پاؤں کی زنجیر چاہیے
 کچھ تو مرے کلام میں تاخیر چاہیے
 جو منسلک رہی ہو وہ تصویر چاہیے
 آنکھیں لڑیں تو صلح کی تدبیر چاہیے
 دہن زخم زباں پاگئے پیکانوں کی
 بھیر جس سمت کو ہے چاک گریباؤں کی
 وہ بھی معلوم ہے عادی ہے جو دریاؤں کی
 شمع کے جلتے ہی موت آگ کی پرواؤں کی
 انتہا آپ بھی سمجھے مرے افسانوں کی
 خاک لے آئے ہیں تھکی میں بیاباؤں کی
 طور تک یہی ہے ہٹے ہوئے رماؤں کی
 ایک تصویر وہی تھی مرے ارمائوں کی

دوستوں کو ترے تجھے بھی زیادہ جاوید
 جستجو ہے ترے کھوئے ہو دیوانوں کی



maablib.org

انتساب

بنام

ڈاکٹر احسن فاروقی

معتبر دوست، عظیم انسان، نکتہ رس،
دقیقہ سنج، بالغ نظر، دانشمند، حقیقت پسند،
شعلہ زدن، طوفان علم، نسیم ادب،

اک مشت گل میں جلو آرا تمہا

ہم اس کی یاد میں اشکبار ہیں اور عقیدت کے یہ آنسو
اس کی فقید المثال شخصیت پر نثار ہیں

ذرا ناچیز
شمس